نقل توثیق سرکار قدوۃ العلما مولٰنا سید آقا حسن صاحب قبلہ مدظلہ العالی

باہمہاں بیجا اندر رسالہ ہذا کے مطابق عمل کرنا صحیح و حق ہے کیجا نہ ہے

السید آقا حسن ۲ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ

دینیات کی تیسری کتاب

علم کی فضیلت

اس میں تو شک ہی نہیں کہ علم اعلیٰ درجہ کی سعادت اور سب سے بہتر کمال ہے۔ علم کی فضیلت میں بہت سی آیتیں بے شمار حدیثیں موجود ہیں خداوند عالم سورۂ توبہ میں فرماتا ہے کہ ہر گروہ سے کچھ لوگ باہر کیوں نہیں نکلتے کہ فقہ و معرفت حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈرائیں تاکہ وہ لوگ ڈریں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے اور خدا طالب علموں کو دوست رکھتا ہے جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دین بغیر علم کے کامل نہیں ہو سکتا ہے تم لوگوں پر علم کا طلب کرنا مال سے زیادہ ضروری ہے کیونکہ روزی تمھاری مقرر ہو چکی ہے اور خدا رزق کا ضامن ہے وہ ضرور پورا کریگا اور علم اہل علم کے سپرد کیا گیا ہے اور تم کو حکم دیا گیا ہے کہ اُنسے حاصل کرو امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس ایک عالم کے علم سے لوگ نفع اُٹھائیں وہ ستر ہزار (یعنی بہتیرے) عابدوں سے بہتر ہے امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں جو شخص علم دین نہ سیکھے حق تعالیٰ اسکی طرف رحمت کی نظر نہ فرمائیگا اور اسکے اعمال قبول نہ کریگا امام رضا علیہ السلام حضرت رسول صلعم سے روایت فرماتے ہیں کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے پس علم کو اسکی جگہ سے حاصل کرو اور اُسکے عالم سے سیکھو کیونکہ خدا کی خوشنودی کے واسطے علم کا حاصل کرنا نیکی ہے

اور اُسکے ذرائع پیدا کرنا عبادت ہے اور اُس کا تذکرہ تسبیح ہے اور جو نہ جانتا ہو اُسکو تعلیم کرنا
ایک صدقہ کا ثواب اور قرب الٰہی کا سبب ہے کیونکہ علم ہی سے حلال و حرام پہچانا جاتا ہے
علم بہشت کی راہ کی روشنی ہے وحشت کا مونس ہے غربت کا مصاحب ہے تنہائی کا
ہمزباں ہے شادی و غم کا رہنما ہے دفع دشمن کا حربہ ہے دوستان خدا کی زینت ہے

حکایت لطیف

ایک مرتبہ دسؔ آدمیوں نے باہم مشورہ کیا کہ حضرت علی مرتضیٰ سے ہر شخص ایک ہی
سوال کرے اور مختلف جواب کا طالب ہو تا کہ حضرت جواب سے عاجز ہو جائیں غرض وہ
دسوں آدمی جناب امیرؑ کے پاس آئے اور کہنے لگے یا علیؑ ہم میں سے ہر شخص ایک سوال
کریگا اگر آپنے سب کو علیحدہ علیحدہ جواب دیا تو ہم سمجھینگے کہ بیشک آپ شہر علم کے دروازہ ہیں
آپ نے فرمایا جو چاہو پوچھو ایکؔ اُن میں سے آگے بڑھا اور عرض کی علم بہتر ہے یا مال فرمایا
علم کیونکہ مال فرعون و قارون کا ترکہ ہے اور علم انبیا کا دوسرؔے نے بھی یہی سوال کیا آپنے
فرمایا علم بہتر ہے کیونکہ مال کی حفاظت کرنی پڑتی ہے اور علم خود صاحب علم کی حفاظت کرتا ہے
تیسرؔے کے جواب میں فرمایا علم بہتر ہے کیونکہ مالدار کے لوگ دشمن ہیں اور ذی علم کو لوگ
دوست رکھتے ہیں چوتھؔے کے جواب میں فرمایا علم بہتر ہے کیونکہ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے اور
علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے پانچویںؔ سے فرمایا علم افضل ہے کیونکہ مالدار کو لوگ بخیل بھی کہتے ہیں اور عالم
کریم کہلاتا ہے چھٹےؔ سے کہا علم بہتر ہے کیونکہ مال کیلئے چور اور راہزن ہوتے ہیں اور علم اُس سے محفوظ
ہے ساتویںؔ سے ارشاد کیا علم بہتر ہے کیونکہ مالداروں سے قیامت میں حساب لیا جاویگا اور صاحب علم پر
کوئی حساب نہیں آٹھویںؔ سے فرمایا علم بہتر ہے کیونکہ مال عرصہ تک رہنے سے پرانا اور خراب ہو جاتا
ہے اور علم کو کوئی ضرر نہیں پہونچتا نویںؔ سے فرمایا کہ علم افضل ہے کیونکہ مال سے دل تیرہ و تار ہو جاتا ہے اور علم سے
قلب نورانی ہوتا ہے دسویںؔ سے فرمایا علم بہتر ہے کیونکہ مال کی کثرت سے فرعون وغیرہ نے خدائی کا دعویٰ کیا
اور حضرت رسولؐ نے کثرت علم کی وجہ سے ماعبدناک حق عبادتک فرمایا (ہم نے جو تیری

عبادت کا حق تھا ادا نہ کیا، پھر فرمایا قسم ہے اُس خدائے پاک کی جسکے قبضہ قدرت میں
علیؑ کی جان ہے اگر اس وقت سے مرتے دم تک یہی سوال کرتے چلے جاؤ گے تو برابر یہی
جواب دیتا رہوں گا اور ہرگز کسی بات کو مکرر نہ کہوں گا۔

المختصر اگرچہ علم دین درجہ اجتہاد تک حاصل کرنا ہر شخص پر واجب عینی نہیں بلکہ واجب
کفائی ہے مگر علم دین کا اتنا حاصل کرنا کہ سچے اعتقادات بیقین و دلیل حاصل ہوجائیں اور طہارت
نماز روزہ اور دوسرے اعمال کے ضروری مسائل پر عمل کر سکے ہر شخص پر واجب و فرض ہے
کوئی اس سے مستثنیٰ نہیں عورت ہو خواہ مرد۔ تب ضرور ہوا کہ چند شخص فقہ و اجتہاد حاصل کریں
اور باقی مومنین بقدر ضرورت تحصیل علم کریں اور طالبان علم دین کی اعانت و مدد کریں
تاکہ آخرت کے عذاب سے سب کو نجات ملے پس فی زمانہ لوگ دو قسم کے ہیں ایک مجتہد
دوسرا مقلد مجتہد وہ ہے جو احکام اور دینی مسائل کو قرآن و احادیث سے استنباط کرے
اُس کا فرض یہ ہے کہ باعمل عالم اور عادل و متقی ہو۔ اور ضعیف الاعتقادوں جاہلوں کی
وعظ و نصیحت سے ہدایت کرے اور قرآن و حدیث کے موافق احکام جاری کرے اور
مقلد وہ ہے جو اتنا علم نہ رکھتا ہو اُسکا فرض یہ ہے کہ فروع دین کے مسائل میں
مجتہد کے حکم پر عمل کرے اور اصول دین کو اپنے طور پر غور و فکر عقل و نظر سے حاصل کرے
اسمیں تقلید ناجائز ہے اور حق و باطل کی تحقیق بغیر غیر کے قول کو قبول کرنا باطل ہے ایسا نہو
کہ اسوقت غیر کے کہنے سے کسی مذہب کو حق سمجھکر اختیار کرے اور قیامت کے دن خدا
کے سامنے اُس کے پاس کوئی قوی دلیل نہ ہو اور خدا کے سامنے گمراہ ٹھہرے۔

پہلا باب

اصول دین

خدا کا وجود

پہلی دلیل۔ جو شخص تھوڑی سی عقل رکھتا ہے وہ اگر سوچے کہ جب کوئی چیز بغیر بنانیوالے

کے بنتی یا پیدا نہیں ہوتی ہے اسکے بعد آسمان و زمین ستارے آفتاب اور ماہتاب وغیرہ کو بغیر دیکھے اور خیال کرے تو ضرور سمجھ سکتا ہے کہ یہ چیزیں بغیر بنائے پیدا نہیں ہوئیں بلکہ ان کا کوئی بنانے والا ضرور ہے وہی خدا ہے اس مقام پر مجھے ایک عرب کی حکایت یاد آئی کہ جب اس سے کسی نے پوچھا ہے کہ تو خدا کے موجود رہنے کو کیونکر جانتا ہے تو کہنے لگا سبحان اللہ تعجب ہے مینگنی سے اونٹ اور نشان قدم سے چلنے والا سمجھا جائے اور آسمان و زمین کے عجائب و غرائب سے خدا نہ سمجھا جائے پس خدا کے موجود ہونے میں کوئی عاقل شبہ نہیں کرسکتا۔

دوسری دلیل جو مفہوم آدمی تصور کرتا ہے اگر محض اسکی ذات کا خیال کرے تو تین حال سے خالی نہیں یا اسکا خارج میں موجود ہونا ضروری ہے تو اسکو واجب کہتے ہیں یا محال و **ممتنع** ہے یا نہ ضروری نہ محال ہے تو **ممکن** وجود و عدم دونوں میں دوسرے کا محتاج ہوا کیونکہ نہ اسکے لئے موجود ہونا ضروری ہے نہ معدوم ہونا اور بغیر علت کے خود بخود نہ موجود ہوسکتا ہے نہ معدوم پھر اگر تمام موجودات صرف ممکن ہوتے اور ان میں کوئی بھی واجب نہ ہوتا تو کوئی چیز موجود نہ ہوسکتی۔ غرض اس سے معلوم ہوا کہ انھیں موجودات میں کوئی واجب الوجود ہے جو ان تمام چیزوں کا خالق ہے

تیسری دلیل سارے جہان کی چیزیں آفتاب ماہتاب ستارے درخت ہوا پانی آگ مٹی وغیرہ کا برابر ایک ہی ڈھرے پر چلا جانا اور ان کے کاموں میں کچھ بھی تغیر و تبدل نہونا مثلاً آفتاب سے روشنی کا کام آگ سے جلانے کا کام وغیرہ وغیرہ جو دو ہزار برس قبل لیا جاتا تھا وہی اب بھی ہے یہ صاف بتا رہا ہے کہ کسی شخص نے ان چیزوں کو جن اغراض کے لئے پیدا کیا ہے اس سے باہر نہیں ہوسکتے اور اگر خود پیدا ہوئیں تو انھیں کس نے مجبور کیا کہ وہ اپنی حالت بدل نہیں سکتیں۔ وہی خدا ہے۔

چوتھی دلیل ہم روزمرہ دیکھتے ہیں کہ خدا کے سوا تمام چیزوں میں تغیر و تبدل پایا جاتا ہے اور یہ ثابت ہے کہ جس چیز میں تغیر پایا جاتا ہے وہ حادث ہے

پس جب سارا جہان حادث ہوا تو ضرور ہے اُسکا خالق ایسا ہو جو خود حادث نہ ہو ورنہ اُسکو بھی پیدا کرنے والے کی ضرورت ہوگی اور وہی خدا ہے۔

جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں اوّل الدین معرفتہ (دین میں سب سے پہلا امر خدا کی معرفت ہے) مگر اس سے یہ مقصود نہیں کہ اسکی حقیقت اور کنہ ذات کا جاننا ضروری ہے کیونکہ اسکی حقیقت ذات کا تصور و خیال کسی شخص کے ذہن میں ہو ہی نہیں سکتا بلکہ مطلب یہ ہے کہ خداوند عالم کو صفات کے ذریعہ سے پہچاننا چاہیے یعنی کونسی صفتیں اُسکی ذات میں پائی جاتی ہیں اور کون نہیں پائی جاتی۔

صفات ثبوتیہ (صفات کمالیہ)

اول واجب الوجود یعنی ازلی (جو ہمیشہ سے ہو) ہے۔ عدم اسپر محال ہے۔ اُسکو کسی وقت زوال نہیں۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

دلیل اگر خدا واجب الوجود نہ ہو تو ممکن ہوگا اور جب ممکن ہوگا تو اُسپر عدم جائز ہوگا اور جب عدم جائز ہوا تو اپنے موجود ہونے میں دوسرے کا محتاج ہوگا اور جب محتاج ہوگا تو خدا نہ رہا بلکہ اُس کے لیے دوسرے خدا کی ضرورت ہوگی جو واجب الوجود ہے۔

دوم قدرت و اختیار

یعنی ہر طرح کے ہر کام کا اختیار ہے جو چاہے کرے جو چاہے نہ کرے جس طرح آگ اپنے جلانے کو روکنے سے مجبور ہے اُس سے یہ نہیں ہو سکتا کہ جس کو چاہے جلائے جس کو چاہے نہ جلائے بلکہ خواہ مخواہ جو چیز جلنے کے قابل ہے اُسے جلا دیگی ویسا خدا نہیں ہے بلکہ ہر چیز اپنے اختیار سے کرتا ہے۔

دلیل جب ہم دنیا کی چیزوں پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر ہر چیز میں سیکڑوں

تغیر ہزاروں انقلابات ہوتے ہیں اور کوئی چیز برابر ایک حالت پر نہیں رہتی کبھی موجود ہے کبھی معدوم تو یقین ہو جاتا ہے کہ ان کا خالق ایسا قادر و مختار ہے کہ کسی چیز کو ایک طرح پر رہنے نہیں دیتا بلکہ جیسا چاہتا ہے بنا دیتا ہے مگر حکما اسکے قائل ہیں کہ خدا اپنے افعال اختیار سے نہیں کرتا بلکہ آگ کی طرح مجبور ہے لیکن یہ قول بالکل غلط ہے کیونکہ اس صورت میں خدا کا عاجز و مجبور ہونا لازم آتا ہے اور یہ عیب و نقص ہے حالانکہ واجب الوجود وہ ہے جو تمام نقائص و عیب سے بری ہے۔

سوم علم

جو چیز جس طرح جہاں ہو چکی ہے یا ہو گی سب کو ازل ہی سے جانتا ہے اُسے اسکی ضرورت نہیں کہ جب کوئی چیز موجود ہوئے تب جانے بلکہ جس طرح موجود ہونے کے بعد ہر جزو کل کو جانتا ہے اُسی طرح قبل سے۔

دلیل جب ثابت ہو چکا کہ خدا ہی سب کا خالق ہے۔ اور بقصد و اختیار پیدا کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ بغیر علم کے ہو نہیں سکتا کیونکہ یہ محال ہے کہ کسی چیز کو قصد و اختیار سے بنائے اور بنانے والے کو اسکا علم نہ ہو۔ مگر حکما کہتے ہیں کہ خدا جزئیات کا عالم نہیں ہے مگر یہ خیال بھی غلط ہے۔ کیونکہ جہالت سخت عیب ہے اور خدا کا واجب الوجود اور ہر نقص سے پاک و پاکیزہ ہونا ثابت ہو چکا۔

چہارم ادراک

یعنی جو چیزیں ہم ان حواس پنجگانہ آنکھ ناک کان ہاتھ زبان کے ذریعہ سے جانتے ہیں وہ بغیر ان حواس کے جانتا اور سمجھتا ہے پس بغیر آنکھ کے ہر چیز کو دیکھتا اور بغیر کان کے ہر آواز کو چاہے کیسی ہی پست یا بلند ہو سنتا ہے اور بغیر ناک کے ہر بو سے واقف اور بغیر زبان کے ہر مزے سے آگاہ اور بغیر ہاتھ پاؤں وغیرہ کے ہر چیز کی

گرمی سردی سختی نرمی سے خبردار ہے۔ اسکی دلیل وہی ہے جو علم کے ثابت کرنے میں گذری

پنجشم حیات

یعنی ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا کوئی وقت ایسا نہ تھا جسمیں وہ موجود نہ ہو اور کبھی اُسپر موت نہ ہوگی۔

دلیل۔ جب ثابت ہو چکا کہ خداوند عالم واجب الوجود اور عالم و قادر ہے تو اُس کے ہمیشہ زندہ رہنے میں کوئی شبہہ باقی ہی نہ رہا کیونکہ بغیر حیات ابدی کے واجب الوجود ہونا محال ہے۔

ششم تکلم

یعنی جس جسم میں چاہے حروف و آواز کو پیدا کردے جس طرح حضرت موسیٰ اور درخت سے باتیں کرادیں اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ خدا زبان رکھتا ہے اور اسی سے بات کرتا ہے

دلیل۔ جب خداوند عالم کا ہر چیز پر قادر ہونا ثابت ہوا تو کلام کے پیدا کرنے کی قدرت بھی ثابت ہوئی۔

ہفتم صدق

جس بات کا وعدہ کرتا ہے کبھی اُسکے خلاف نہیں کرتا وہ بات کا سچا وعدہ کا پکّا ہے

دلیل۔ جھوٹ بولنا بُری چیز ہے بلکہ اُس نے خود جا بجا قرآن میں جھوٹوں پر لعنت بھیجی ہے اور خدا ہر بُرائی سے پاک ہے ورنہ واجب الوجود نہ رہے گا مگر اہل سُنت چونکہ خدا سے بُرے کام کا ہونا جائز جانتے ہیں اس وجہ سے ان کے نزدیک خداوند عالم سچا بھی نہ ہوگا۔

صفات سلبیّہ (صفات جلالیّہ)

۱- نفی شرک (توحید)

یعنی خداوند عالم ایسا یکتا اور یگانہ ہے کہ کوئی اُس کا شریک نہیں ہے اسپر تمام عقلا کا اتفاق ہے کوئی اس خیال کا مخالف نہیں۔ آسمانی کتابیں اس مضمون سے بھری ہیں۔

پہلی دلیل۔ اگر اُس یکتا خدا کے علاوہ کوئی دوسرا خدا بھی ہوتا تو جس طرح اُس نے اپنے رسول بھیجے اپنی کتابوں کے ذریعہ سے اپنے احکام پھیلائے ہمیشہ اپنے کو ایک کہلایا۔ دوسرا بھی ضرور ایسا ہی کرتا اور جب اُس نے نہ کیا تو وہ خدا نہیں ہے کیونکہ یا تو جانتا ہی نہیں جاہل ہے یا حکیم و قادر نہیں اور جہل اور عجز خدا کے خلاف ہے۔

دوسری دلیل۔ اگر کئی خدا ہوتے تو جس وقت ایک خدا کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتا تو دوسرے خدا میں اُس سے باز رکھنے کی قوت اور قدرت ہے یا نہیں اگر ہے تو پہلا خدا عاجز ہوا اور خدا نہ رہا اگر نہیں ہے تو دوسرا خدا ہو نہیں سکتا کیونکہ وہ قادر نہ رہا پس معلوم ہوا کہ قادر و توانا ایک ہی خدا ہے۔

۲- نفی جسم و صورت

یعنی خدا جوہر عرض جسم صورت اور جو چیزیں جسم کے لئے لازم ہیں جیسے لمبائی چوڑائی موٹائی اُٹھنا بیٹھنا سردی گرمی سختی۔ نرمی۔ لذت اور رنج سب سے پاک و پاکیزہ ہے۔

دلیل۔ اگر خدا میں جسم یا اُسکے لوازم پائے جائینگے تو مکان کا محتاج ہوگا

اور جب محتاج ہوا تو واجب الوجود نہ رہا حالانکہ اُس کا واجب الوجود ہونا ثابت ہو چکا ہے
مگر اہل سنت کا حنبلی فرقہ اس کا قائل ہے کہ خدا جسم و صورت رکھتا ہے اور
عرش پر بیٹھا ہے اور اس کا بدن عرش سے چھ بالشت اُسکے بالشت سے
زیادہ ہے اور ہر شب جمعہ کو گدھے پہ سوار ہو کے زمین پر آتا ہے۔ اور صبح
تک پکارتا ہے کوئی ہے میرے بندوں میں سے جو اپنے گناہوں سے توبہ کرے
اور میں توبہ قبول کروں اور بعض اہلسنت کہتے ہیں کہ طوفان نوح کے زمانہ میں
خدا اس قدر رویا کہ اُسکی آنکھیں آشوب کر آئیں اور فرشتے اُسکے عیادت کو
آئے۔ اور بعض کا یہ خیال ہے کہ خدا ایک بڈھے آدمی کی صورت کا ہے
کہ اُسکی ڈاڑھی اور سر کے بال کچھ سیاہ اور کچھ سفید ہیں مگر یہ سب اقوال غلط اور
بالکل لغو ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اور اس کے باطل ہونے کی دلیل بیان
ہو چکی ہے۔

۳۔ نفی مکان

یعنی خدا کے لئے نہ کوئی خاص جگہ ہے نہ سمت بلکہ وہ اپنی قدرت کاملہ سے ہر
جگہ موجود ہے۔ ہر شخص سے اُسکی گردن کی رگ سے بھی زیادہ قریب ہے
دلیل۔ اگر خدا کے لئے کوئی جگہ ہوتی تو اس جگہ کا محتاج ہوتا اور جب محتاج
ہوا تو حادث ہوا حالانکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ قدیم ہے۔

حکایت

یہودیوں کا ایک عالم حضرت ابوبکر کے پاس آکر پوچھنے لگا کہ کیا اس اُمت
کے پیغمبر کے خلیفہ آپ ہی ہیں آپ نے کہا ہاں وہ بولا میں نے توریت میں دیکھا ہے کہ
انبیا کے خلفا عالم ہوتے ہیں پس آپ بیان کیجیے کہ خدا کہاں ہے حضرت ابوبکر نے کہا کہ

خدا آسمان پر ہے اور عرش پر بیٹھا ہے وہ کہنے لگا تو کیا خدا سے زمین خالی ہے اُسپر حضرت ابوبکر نے فرمایا یہ کفار کا کلام ہے میرے سامنے سے دور ہو ورنہ تجھے قتل کروادونگا یہ سن کر وہ یہودی تعجب کرتا ہوا پھرا اور اسلام پر ہنستا ہوا چلا اتفاقاً اثناء راہ میں جناب امیر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی حضرت نے فرمایا اے یہودی جو تیرا سوال ہے وہ بھی میں جانتا ہوں اور جو تجھے جواب ملا وہ بھی اب سُن۔ خدا خالق مکان ہے اُسکے لئے کوئی مکان نہیں بلکہ اُسکی قدرت کی نشانیاں ہر جگہ موجود ہیں اور اگر میں یہ بات تیری ہی کتابوں میں بتا دوں تو کیا تو ایمان لائے گا اُس نے عرض کی ضرور حضرت نے فرمایا کیا تو نے اپنی کتابوں میں نہیں دیکھا ہے کہ ایک روز حضرت موسٰیؑ بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک ایک فرشتہ پورب سے آیا حضرت موسٰیؑ نے پوچھا تم کہاں سے آتے ہو۔ عرض کی خدا کے پاس سے پھر دوسرا فرشتہ پچھم سے نمودار ہوا اُس سے پوچھا کہاں سے آتے ہو کہا خدا کے پاس سے پھر تیسرا فرشتہ نازل ہوا اُس نے کہا میں ساتویں آسمان سے خدا کے پاس سے آتا ہوں پھر چوتھا فرشتہ زمین سے ظاہر ہوا اور پوچھنے پر جواب دیا کہ ساتویں طبقۂ زمین سے خدا کے پاس سے آتا ہوں اُسوقت حضرت موسٰیؑ نے فرمایا کہ میں اُس خدا کی حمد کرتا ہوں جس سے کوئی جگہ خالی نہیں یہ سُن کر یہودی کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ یہی حق ہے اور آپ ہی اپنے پیغمبر کی خلافت کے سزاوار ہیں۔

۴۔ نفی حلول واتحاد

حلول کے معنی یہ ہیں کہ کسی چیز میں کسی چیز کا آجانا جس طرح رنگ جسم میں۔ ہوا روئی میں اور اتحاد کے معنی دو چیزوں کا ایک ہو جانا پس خدا میں حلول و اتحاد ممکن نہیں یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ خدا کسی چیز میں یا کوئی چیز خدا میں آجائے یا خدا کسی دوسری چیز میں مل کر ایک ہو جائے۔

دلیل۔ حلول و اتحاد خاص جسم سے تعلق رکھتے ہیں اور خداوند عالم جسم او۔

اُسکے لوازم سے مبّرا ہے مگر صوفی فرقہ اس کا قائل ہے کہ خدا عارفوں سے متحد (ایک) ہوجاتا ہے۔ بلکہ بعضوں نے تو یہاں تک ترقی کی ہمہ اوست کا وظیفہ پڑھنے لگے اسی بنا پر منصور نے (انا الحق کہا اور اسی جرم میں حاکم وقت نے سولی دیدی لیکن یہ سب خیالات لغو ہیں اور بہت سی دلیلیں اُسکے بطلان کی موجود ہیں۔

۵ - نفی رویت

یعنے خدا کو کوئی دیکھ نہیں سکتا نہ دُنیا میں نہ آخرت میں۔

دلیل۔ رویت (دیکھنے) کی آٹھ شرطیں ہیں جسم ہونا۔ بہت دور نہونا بہت نزدیک نہونا جسم کا کثیف ہونا۔ سامنے ہونا۔ بہت چھوٹا نہونا۔ کسی چیز کا حائل نہونا۔ دیکھنے کا قصد کرنا۔ اور یہ سب شرطیں خدا کی ذات میں نہیں پائی جاتیں پھر اُس کا دیکھنا کسی طرح ممکن نہیں ہے۔ مگر اہلسنت کا اعتقاد ہے کہ آخرت میں خدا کا دیدار ہوگا کیونکہ اگر خدا دیکھنے کے قابل نہوتا تو حضرت موسیٰ سا پیغمبر دیکھنے کا سوال نہ کرتا بس دو حال سے خالی نہیں۔ یا حضرت موسیٰ جانتے تھے کہ دیکھنا نا ممکن ہے اور پھر سوال کیا تو سوال عبث اور بیکار ہوا جاتا ہے اور یہ نبی کی شان نہیں یا نہ جانتے تھے تو نبی کا جاہل ہونا لازم آتا ہے لیکن یہ خیال بالکل غلط ہے۔ کیونکہ حضرت موسیٰ ضرور جانتے تھے کہ خدا کا دیکھنا ناممکن ہے اور اُنھوں نے خود نہیں پوچھا تھا بلکہ اپنی ضدی قوم کے اصرار سے سوال کیا تھا۔ چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے۔ فَقَدْ سَأَلُوا مُوسَىٰ أَكْبَرَ مِنْ ذَٰلِكَ فَقَالُوا أَرِنَا اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْهُمُ الصَّاعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ترجمہ موسیٰ کی قوم نے ضرور اُس سے کہیں بڑا سوال کیا تھا پس کہا کہ ہمیں علانیہ خدا کو دکھا دو پس عذاب کی تجلّی نے اُن کے ظلم کی وجہ سے اُنھیں لے ڈالا دوسرے مقام پر ہے لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَى اللَّهَ جَهْرَةً (ہم لوگ تم پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جبتک خدا کو علانیہ نہ دیکھیں گے اور اُسکا جواب خدا کی طرف سے ملتا ہے لَنْ تَرَانِي (تم

ہرگز نہ دیکھو گے) اور لَن ہمیشگی پر دلالت کرتا ہے پس جب حضرت موسیٰ سے نبی کی آنکھیں نہ دیکھ سکیں تو اور کوئی کیا دیکھ سکتا ہے اُسکے علاوہ اور آیتیں بھی اس کے بطلان پر دلالت کرتی ہیں جیسے لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ اُسکو آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں

۶- نفی تغیر

یعنی خدا ہمیشہ سے یکساں ہے جیسا پہلے تھا ویسا ہی اب بھی ہے کوئی تغیر تبدل اُس میں نہیں ہو سکتا۔

تفصیل اور دلیل

خدا کی ذاتی صفتوں (علم و قدرت وغیرہ) میں تغیر نہیں ہو سکتا کیونکہ ذاتی صفت کا تغیر خدا کی ذات کے تغیر کا باعث ہوگا جو حادث کی خاص صفت ہے پھر خدا واجب نہ رہے گا اور یہ محال ہے اور جو ذاتی صفت نہیں ہے بلکہ کام کی صفت ہے جیسے خلق رزق وغیرہ اس میں تغیر ہو سکتا ہے کیونکہ یہ صفات اگر حادث نہوں تو عالم کا قدیم ہونا لازم آتا ہے حالانکہ یہ باطل ہے۔

۷- نفی ترکیب

یعنی خداوند عالم میں کسی طرح کی ترکیب نہیں ہو سکتی نہ ترکیب خارجی جیسے تخت مرکب ہے تختے پائے کیل وغیرہ سے نہ ترکیب ذہنی جس طرح انسان مرکب ہے حیوان اور ناطق سے۔

پہلی دلیل۔ ہر مرکب اجزا کا محتاج ہوتا ہے اگر خدا بھی مرکب ہوتا تو اپنے اجزا کا محتاج ہوتا اور یہ بھی واجب الوجود ہونے کے خلاف ہے۔

دوسری دلیل۔ اگر خدا کے اجزا ہوں تو یا واجب الوجود ہوں گے یا ممکن اگر اجزا واجب ہوں تو واجب الوجود (خدا) میں ترکیب نہ ہوئی بلکہ چند خدا ہو گئے

اور اسکا بطلان توحید سے ثابت ہوچکا اور اگر اجزا ممکن ہی رہے گا پھر خدا مرکب نہیں ہوا بلکہ دوسری چیز۔

نفی صفت زائد

یعنی جس طرح آدمی ذاتی طور پر علم یا صفت سے خالی ہوتا ہے اور کسی صفت کو حاصل کرنے کے بعد اُس سے متصف ہوتا ہے اور جب تک کوئی علم و ہنر حاصل نہیں کرتا کبھی لقب یا خطاب سے پکارا نہیں جاتا اور جب اُس نے کوئی اچھی یا بری بات حاصل کی تب اس بات کے ساتھ پکارتے ہیں جیسے اگر چوری کی تو چور کہلایا یا ڈاکٹری پڑھی تو ڈاکٹر کہلایا یا علم دین حاصل کیا تو عالم کہلایا۔ ایسا نہیں ہے بلکہ اس قسم کی تمام صفات ثبوتیہ ذاتی ہیں یعنی جب سے خدا ہے اُسی کی ذات کے ساتھ ہی ساتھ تمام صفتیں پائی جاتی ہیں یہ نہیں کہ کسی وقت عالم یا قادر نہ تھا اور اب ہوا بلکہ سچ تو یوں ہے کہ یہ صفات صفات ہی نہیں ہیں صرف اُس کی ذات ہی ذات ہے جس کو مختلف الفاظ سے پکارتے ہیں مثلاً چونکہ وہ چیزوں کو جانتا ہے عالم کہتے ہیں اور چونکہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے قادر کہتے ہیں علیٰ ہذا القیاس جس طرح ایک ایسے شخص کو جو عالم ہو۔ چونکہ علم رکھتا ہے عالم کہتے ہیں چونکہ اُسی علم کی وجہ سے دوسروں کی تعلیم کرتا ہے معلم اور اُستاد کہتے ہیں۔ چونکہ تقریر کرتا ہے مقرر اور واعظ کہتے ہیں چونکہ ہدایت کرتا ہے ہادی کہتے ہیں۔ چونکہ نماز پڑھاتا ہے پیش نماز کہتے ہیں اسی طرح خدا کی ایک ہی ذات کو مختلف حالات کا خیال کر کے مختلف نام سے پکارتے ہیں اسی بنا پر جناب امیرؑ فرماتے ہیں کمال التوحید نفی الصفات عنہ پوری توحید صفات کی نفی ہے مگر اہلسنت اسکے قائل ہیں کہ اُسکے صفات زائد ہیں حالانکہ یہ خیال محض لغو ہے۔

پہلی دلیل۔ اگر اُسکے صفات زائد ہوں تو خدا اُن صفات کا محتاج ہوگا

جو اسکی ذات سے الگ ہیں اور احتیاج واجب کی شان کے خلاف ہے۔
دوسری دلیل۔ وہ صفات یا حادث ہوں گے تو خدا کا کچھ زمانہ تک اُن صفات سے خالی ہونا لازم آتا ہے۔ اور اگر قدیم ہوں تو چند واجب موجود ہو جائیں گے اور یہ توحید کے خلاف ہے۔

عدل

یعنی خداوند عالم نہ کوئی بُرا کام کرتا ہے نہ کسی ضروری یا اچھے کام کو ترک کرتا ہے مگر اہلسنت کا اشاعرہ فرقہ اس کا قائل ہے کہ خدا سے بُرا کام ہو سکتا ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔
پہلی دلیل۔ خداوند عالم خود اپنے بارے میں فرماتا ہے قَآئِمًا بِالْقِسْطِ خدا انصاف کے ساتھ قائم ہے اِنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ خدا ہرگز اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ پھر دوسروں پر ظلم کو کیونکر گوارہ کرے گا۔
دوسری دلیل۔ جا بجا اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ عدل کرو ظلم نہ کرو پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ خود ظلم کر کے خود را نصیحت و دیگرے را فضیحت کا مصداق بنے۔
تیسری دلیل۔ اگر خدا کوئی کام کرے تو چند حال سے خالی نہیں یا اس کی بُرائی سے آگاہ اور اپنے ہوش میں نہ تھا اور نادانی و غفلت میں اُس سے یہ کام ہوا۔ تو خدا کا جاہل اور غافل ہونا لازم آتا ہے اور یہ محال ہے۔ یا اُسکی بُرائی سے واقف تھا مگر اُسکے ترک پر قادر نہ تھا۔ تو خدا کا عاجز ہونا لازم آتا ہے اور یہ بھی محال ہے۔ یا اُسکی بُرائی کو بھی جانتا تھا اور اسکے ترک پر بھی قادر تھا مگر اُس کو اپنی ضرورت اور احتیاج کی مجبوری سے کر گزرا تو خدا کا مجبور و محتاج ہونا لازم آتا ہے اور یہ بھی محال ہے یا ضرورت اور احتیاج کی مجبوری سے کر گزرا تو خدا کا مجبور اور محتاج ہونا لازم آتا ہے اور یہ بھی محال ہے یا ضرورت و احتیاج سے نہیں بلکہ بیکار یوں ہی کر بیٹھا تو اس کا لغو ہونا لازم آتا ہے اور یہ

بھی محال ہے پس ثابت ہوا کہ خداوند عالم کوئی بُرا کام کسی طرح نہیں کرتا۔

فائدہ

اکثر لوگوں کو یہ خیال ہوتا ہے کہ خداوند عالم کی صفتوں سے صرف عدل ہی کو اصول دین میں کیوں داخل کیا حالانکہ اور صفات بھی اس قابل تھے اس کا جواب اگرچہ یہ بھی دیا گیا ہے کہ عدل ایمان کا ایک اعلیٰ رکن ہے جس میں علمار شیعہ و اہلسنت میں عظیم اختلاف ہے اور بہت سے مباحث اس سے متعلق ہیں اس وجہ سے علما نے اس سے جداگانہ بحث کی ہے لیکن حق یہ ہے کہ اصول دین صرف اُن اعتقادات کا نام نہیں ہے جن پر ایمان کی بنا ہو بلکہ اُن اعتقادات کا نام ہے جن سے اسلام کے دوسرے فرقوں اور غیر اسلام سے تمیز اور فرق حاصل ہو جائے اور فرقہ حقہ اثنا عشریہ کو انہیں پانچوں اصول سے تمام عالم کے مذاہب سے امتیاز ہو جاتا ہے اسی بنا پر یہی پانچوں چیزیں اصول دین قرار دی گئیں ورنہ اسکے علاوہ باریتعالیٰ کے صفات میں اور بھی بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن پر ایمان کی بنا ہے مگر چونکہ اُن سے امتیاز حاصل نہیں ہوتا اسوجہ سے وہ اصول دین نہیں قرار دی گئیں مثلاً توحید سے کفار اور بت پرستوں سے تمیز ہوئی نبوت محمد مصطفےٰ سے نصاریٰ اور یہود وغیرہ سے معاد سے دہریوں سے امامت سے معتزلہ اہلسنت سے عدل سے اشاعرہ اہلسنت سے۔

جبر و اختیار

خدا نے اپنے بندوں کو قوت اور قدرت عطا کر کے اچھی بُری راہ بتا کر اکثر افعال میں (جن میں سے تکالف شرعی بھی ہے) مختار بنا دیا ہے جس کو چاہے کرے جسکو چاہے نہ کرے۔ مگر اہلسنت کا خیال ہے کہ بندوں کے تمام اچھے بُرے فعل کا فاعل خدا ہی ہے۔ اور بندے اسمیں مجبور ہیں چنانچہ **شاہ عبدالعزیز** صاحب

دہلوی لکھتے ہیں کہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ بندوں کے تمام امور خیر ہوں یا شر کفر ہوں یا ایمان معصیت ہوں یا طاعت ان سب کا خالق خدا ہی ہے بندوں میں انکے پیدا کرنے کی طاقت و قدرت نہیں ہے بلکہ بندہ صرف کاسب ہے اگرچہ ان لوگوں نے اس دعوے پر بہت سی دلیلیں پیش کی ہیں اور اُن کی سب سے عمدہ اور مضبوط دلیل یہ ہے کہ خداوند عالم ازل سے ہمارے تمام کاموں کو جانتا ہے پس اگر میں اس کام کو نہ کروں تو خدا کا علم غلط ہو جائے گا جسکو کسی منچلے شاعر نے یوں نظم کیا ہے ؎

مے خوردن من حق ز ازل میدانست   گر مے نہ خورم علم خدا جہل بود

اور اسی مطلب کو کسی برا کام کرلے پر جہلا یوں ادا کرتے ہیں میں کیا کروں یہ تو تقدیر ہی میں لکھا تھا۔

جواب

لیکن اس میں بھی سخت **مغالطہ** ہے کیونکہ بیشک صحیح ہے کہ خداوند عالم تمام اشیا کو ازل ہی سے جانتا ہے لیکن علم کو کسی چیز کے وجود و عدم کا سبب قرار دینا سخت غلطی ہے مثلاً کوئی طبیب اگر کسی مریض کے حالات و علامات کو دیکھ کر یہ جان لے اور کہدے کہ یہ کل مر جائے گا تو ہر گز کوئی عاقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اسکے کہدینے کی وجہ سے مر گیا بلکہ اُس کی تشخیص و علم و تجربہ کی تعریف ہوگی اور یہ کہا جائے گا کہ چونکہ وہ مرنے والا تھا اس وجہ سے اُس کو علم ہوا۔ ازیں قبیل اگر کوئی منجم کسی کے قیافے اور ستارے کی گردش وغیرہ کو دیکھ کر یہ کہے کہ اُس کی اس مہینہ میں شادی ہوگی اور اُس کی شادی اُسکے کہنے کے موافق ہو جائے تو ہر گز یہ نہ کہا جائے گا کہ اُسکے کہنے کی وجہ سے

شادی ہوگئی بلکہ یہ کہا جائے گا کہ چونکہ اُس کی شادی ہونے والی تھی اسوجہ سے ویگر علم ہوا پس خداوند عالم کو بھی ہمارے افعال کا علم محض اسی وجہ سے ہوا کہ ہم کرنے والے تھے نہ کہ چونکہ اسکو علم ہو گیا تھا اسیوجہ سے میرا کرنا ضرور ہوا صرف فرق ہمارے اور اُسکے علم میں یہ ہے کہ اُسکے علم میں کبھی کسی قسم کا فرق نہیں پڑتا اور ہمارے علم میں کبھی فرق بھی ہوجاتا ہے مگر یہ ضرور ہے کہ کوئی علم کسی شے کے وجود یا عدم کا باعث نہیں ہوتا اس خیال کے بطلان اور مذہب حق کی تقویت کی چند دلیلیں اور بھی ہیں۔

پہلی دلیل - اگر یہ کُل اعمال جو بندے بجالاتے ہیں خدا ہی کے ہوتے تو پھر کسی فعل پر عذاب کرنا ظلم صریح ہوتا کیونکہ اس سے بڑھ کر ظلم ہو ہی نہیں سکتا کہ کسی کام کو خود کرائے اور پھر سزا دے۔

دوسری دلیل - اگر خدا ہی بندوں کے افعال کا فاعل ہوتا تو انبیا کا بھیجنا احکام شرع کا مقرر کرنا محض بیکار و لغو ہوتا کیونکہ جب خود ہر کام کو کرتا ہے تو یہ کہنا کہ نبی کی اطاعت کرو نماز پڑھو روزہ رکھو۔ زنا نہ کرو۔ چوری سے بچو سب فضول ہے

تیسری دلیل - ہم یقیناً اپنے اختیاری و غیر اختیاری کام میں فرق پاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ اختیاری اور غیر اختیاری ہے مثل کوٹھے سے بہ قصد نیچے اُترنے کو اختیاری اور گر پڑنے کو غیر اختیاری کہتے ہیں اور جانتے ہیں پس اگر بندوں کے افعال بھی اختیاری نہوتے تو ہم ضرور ان افعال اور غیر اختیاری میں فرق نہ سمجھتے حالانکہ ظاہری طور پر فرق موجود ہے۔

حکایت لطیف

ایک روز بہلول دانا حضرت ابوحنیفہ کے دروازے پر آئے اور سُنا کہ وہ اپنے شاگردوں سے یہ کہہ رہے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام تین باتیں کہتے ہیں جو میں پسند نہیں کرتا ایک تو یہ کہ شیطان جلایا جاویگا اور میں اسے پسند

نہیں کرتا کیونکہ شیطان آگ ہی سے پیدا ہوا ہے آگ آگ کو کیا جلا سکتی ہے دوسرے خدا کو دیکھنا قیامت میں بھی غیر ممکن ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز موجود ہو اور پھر دکھلائی نہ دے۔ تیسرے بندے اپنے افعال کے مختار ہیں حالانکہ اسکے خلاف بہت سی حدیثیں موجود ہیں۔ جوں ہی یہ کلام حضرت ابوحنیفہ کا تمام ہوا بہلول نے ایک ڈھیلا اُٹھا کر مارا اور چل دیے اتفاقاً وہ ڈھیلا حضرت ابوحنیفہ کی پیشانی پر لگا پس وہ اور اُنکے شاگرد غصہ میں بہلول دانا کے پیچھے دوڑے مگر چونکہ بہلول خلیفہ کے قریبی رشتہ دار تھے اس بنا پر اُن کے ساتھ کچھ کر نہ سکے مگر اُن کو خلیفہ کے پاس لائے اور شکایت کی اب بہلول اور ابوحنیفہ میں یہ سوال وجواب ہونے لگا۔

بہلول۔ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔

ابوحنیفہ۔ سبحان اللہ کیا بگاڑا ہے تم نے ایسا ڈھیلا مارا کہ میری پیشانی پر سخت چوٹ لگی اور درد ابتک موجود ہے۔

بہلول۔ درد کہاں ہے مجھے دکھاؤ۔

ابوحنیفہ۔ واہ واہ درد بھی دکھانے کی چیز ہے۔

بہلول۔ پھر تم ابھی امام جعفر صادق علیہ السلام پر خدا کے دیکھنے کے بارے میں اعتراض کیوں کر رہے تھے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ خدا موجود ہو اور دکھائی نہ دے۔ ہاں اور تم تو یہ بھی کہہ رہے تھے کہ شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے۔ آگ آگ کو کیا جلا سکتی ہے تم مٹی سے بنے ہو اور ڈھیلا بھی مٹی کا تھا تم کو اُس سے چوٹ کیونکر لگی اس کے علاوہ تم تو یہ کہہ رہے تھے کہ بندے اپنے افعال میں مجبور ہیں جو کچھ کرتا ہے خدا ہی کرتا ہے پھر تم مجھے خلیفہ کے پاس کیوں لائے ہو میں نے تو کچھ کیا نہیں جو کچھ کیا خدا نے کیا اُسی کو گرفتار کر کے لے آؤ۔

ابوحنیفہ۔ یہ سُن کر ساکت ہو گئے اور شرمندہ واپس ہو گئے۔

نبوت

نبی اُس انسان کا نام ہے جو بغیر واسطہ کسی آدمی کے خدا کے احکام بندوں تک پہونچائے۔

نبی کی ضرورت

جب یہ بات معلوم ہو چکی کہ خدا عادل اور حکیم ہے اور نہ اُسے کوئی دیکھ سکتا ہے نہ اُس سے کوئی کلام کر سکتا ہے اور اُسکا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں اور بندوں کی پیدائش بھی بیکار نہیں ہے بلکہ اُنکے نفع پہونچانے اور کسی کام کے واسطے ہوئی ہے تو ضرور ہوا کہ وہ ہم کو نفع پہونچائے اور ہم کو ہمارے پیدا کرنے کی غرض بتائے اور اس سے زیادہ نفع رسانی کا کوئی طریقہ ہو نہیں سکتا کہ کسی شخص کو اپنی طرف سے مقرر فرمائے کہ وہ تمام مخلوقات خدا کو نفع و ضرر کے طریقے بتائے معاد و معاش کی صلاح کرے کیونکہ خود اُسکو نہ کوئی دیکھ سکتا ہے نہ اُس سے کوئی کلام کر سکتا ہے۔

انبیاء کے شرائط

اگرچہ بہت ہیں مگر سب سے عمدہ شرط عصمت ہے اور عصمت خدا کے اُس لطف خاص کا نام ہے جسے اپنے پسندیدہ بندہ کو شدتِ قرب و حضور و محبت و ترس و حیا کی وجہ سے جو خدا کے ساتھ رکھتے ہیں مخصوص فرماتا ہے اور وہ بندہ اسی کی وجہ سے بڑے بڑے کاموں سے بچتا ہے اور کسی وقت کسی گناہ صغیرہ و کبیرہ کا عمداً یا سہواً بلکہ کسی کام کا جو خلاف رضائے خدا ہو قبل نبوت یا بعد نبوت مرتکب نہیں ہوتا لیکن اُسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ عصمت انسان کو فعل بد کے ترک اور فعل نیک پر مجبور کر دے کیونکہ اگر ایسا ہو تو اُس شخص کی کوئی خوبی باقی نہیں رہتی بلکہ یہ ایک ایسی چیز ہے کہ خدا جانتا ہے کہ یہ اُسکا مستحق ہے اگر اُسکو عصمت عطا کی جائے گی تو یہ برے کاموں کو اختیار نہ کریگا لیکن اہل سنت اپنے خلفا کی عیب پوشی کی غرض سے نبی کے لئے عصمت کو بھی غیر ضروری سمجھتے

ہیں اور اُنسے گناہ صغیرہ بلکہ کبیرہ کا سرزد ہونا بھی جائز جانتے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔

پہلی دلیل۔ بغیر عصمت انبیا کے بھیجنے کا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ جب اُن سے کوئی گناہ صادر ہونا جائز ہوا تو کذب اور جھوٹ بھی جائز ہوگا پس اُسکے امر و نہی وعدہ وعید احکام الٰہی میں اُسکے کہنے پر ہرگز بھروسہ نہیں رہ سکتا نبوت کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

دوسری دلیل۔ اگر نبی سے گناہ صادر ہوگا تو اُسکی مخالفت اور اطاعت دونوں ضروری ہوگی اطاعت نبوت کی وجہ سے اور مخالفت معصیت کی وجہ سے اور یہ محال ہے۔

تیسری دلیل۔ اگر انبیا گناہ کے مرتکب ہوں تو اُن کی سزا اور سا ایذا واجب ہوگی حالانکہ یہ پیغمبروں کے ساتھ حرام ہے اس کے علاوہ اُس کی شہادت مقبول نہ ہوگی اس کی وقعت دلوں سے زائل ہو جائے گی۔

انبیا کی شناخت

کے بھی بہت سے طریقے ہیں کہ وہ اپنے افعال اخلاق اور صفات میں تمام خلائق سے افضل و اعلیٰ ابتدائے عمر سے آخر تک تمام عیب سے پاک و پاکیزہ ہوں مگر سب سے عمدہ طریقہ اُس کی شناخت کا

پہلی شرط۔ معجزہ ہے اور معجزہ وہ فعل ہے جسکے کرنے سے اور لوگ عاجز ہوں اور عادت کے خلاف اور دعویٰ پیغمبری یا امامت اور تحدی (مقابلہ) کے ساتھ ساتھ ہو اور اُسکی ضرورت اسوجہ سے ہے کہ جب کوئی شخص کسی بڑے عہدے کا دعویٰ کرے تا وقتیکہ کوئی سند اور دلیل نہ رکھتا ہو ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ مثلاً کوئی شخص دعویٰ کرے کہ میں بادشاہ کی طرف سے تم لوگوں پر حاکم ہوں تم کو میری اطاعت کرنی چاہئے تو جب تک کوئی شاہی پروانہ پیش نہ کرے ہرگز کوئی شخص اس دعویٰ کو قبول نہ کرے گا ع دعوائے بے دلیل قبول خرد نہیں ہ
پس معجزہ بھی گویا تصدیق رسالت کا خدائی پروانہ ہے۔ اور اسکی سب سے زیادہ قوی

وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی رسالت کا جھوٹا دعویٰ ساحری اور شعبدہ بازی سے کرے تو خداوند عالم پر واجب ہے کہ اُسکی قدرت کو سلب کرے تاکہ وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہو جائے ورنہ نبوت کا فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ اور اپنے بندوں کے ساتھ اچھی خاصی فریب دہی ہو گی۔

دوسری شرط۔ نبی کا علم و فہم اور دانش بلکہ تمام صفاتِ ولیل کمال مکارم اخلاق عزت۔ مروت۔ شجاعت۔ عفت۔ امانت اور دیانت میں تمام اہل زمانہ سے افضل ہونا کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو لپست اور کم رتبہ شخص کا حاکم اور افضل و اعلیٰ کا محکوم ہونا لازم آئیگا اور یہ خلاف عقل ہے۔

تیسری شرط۔ آباؤ اجداد کا کافر و رذیل قوم حجام و جولاہا وغیرہ اور ماں کا بدکار ہونا بلکہ کسی پشت میں زنا سے متولد نہ ہونا اور تمام باطنی (کینہ و حسد وغیرہ) اور ظاہری (جذام برص وغیرہ) عیوب سے جو لوگوں کے تنفر کا باعث ہو بری ہونا۔

چوتھی شرط۔ انبیا کا سہو نسیان اور امراض دماغی سے (جو باعث اختلال حواس ہوں) محفوظ رہنا۔

انبیا کی تعداد

۱۲۴۰۰۰

صحیح تعداد کا قطعی فیصلہ تو دشوار ہے مگر مشہور یہ ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر خدا کیطرف سے مبعوث ہوئے لیکن ان سب کے نہ نام معلوم ہیں اور نہ حالات صرف اسقدر اعتقاد رکھنا چاہیے کہ جتنے انبیا خدا نے بھیجے وہ اور اُن کے تمام اوصیا برحق ہیں اور جن انبیاء کے نام قرآن مجید میں ہیں اور انکی نبوت کا اقرار ضروریات دین سے ہے وہ حضرت آدم[1]۔ شیث[2]۔ ادریس[3]۔ نوح[4]۔ ہود[5]۔ صالح[6]۔ شعیب[7]۔ ابراہیم[8]۔ لوط[9]۔ موسیٰ[10]۔ ہارون[11]۔ اسمٰعیل[12]۔ اسحاق[13]۔ یعقوب[14]۔ یوسف[15]۔ داود[16]۔ سلیمان[17]۔ ایوب[18]۔ یونس[19]۔ الیاس[20]۔ عیسیٰ[21]۔ اور محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان سب میں افضل جناب نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ۔ عیسیٰؑ اور محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ان ہی پانچوں کو پیغمبران اولوالعزم کہتے ہیں۔

محمد مصطفیٰ کا نسب

جناب رسولخدا محمد مصطفیٰ ۱۷ ربیع الاول روز جمعہ قریب طلوع فجر حضرت آدم کی وفات سے نو ہزار برس چار مہینے سات روز اور بقولے سات ہزار نو برس چار مہینے سات روز کے بعد مکہ معظمہ شعب ابو طالب نوشیرواں عادل بادشاہ کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ جب آپ دو مہینے کے تھے تو آپ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ نے اپنے ماموں کے گھر مدینے میں انتقال فرمایا۔ اور جب آپ قریب چار برس کے ہوئے تو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ نے وفات پائی آپ کا سلسلہ نسب حضرت آدم تک یوں پہونچتا ہے محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب[1] (شیبۃ الحمد عامر بن عمرو ہاشم بن عبد مناف (مغیرہ) ابن قصی بن کلاب بن مرہ (خالد طلحہ حضرت ابوبکر کے مورث اعلیٰ) ابن لوی بن کعب (سعد بن وقاص عمر ابن عاص عبد الرحمن بن عوف کے جد اعلیٰ اور حضرت بھی ان ہی کی طرف منسوب ہیں۔ ابن غالب (ابو عبد اللہ عامر کے

---

[1] عبد المطلب انکے بھائی کا نام اسد تھا جو جناب امیر کے نانا ہیں عبد المطلب اپنے اخلاق کریمہ اور عادات پسندیدہ کے سبب مشہور آفاق تھے اور جود و سخا کی کثرت کیوجہ سے انکو شیبۃ الحمد کہتے تھے چشمۂ زمزم کا ظاہر ہونا انکی قدیم یادگار ہے یہ وہ چشمہ ہے جسے حضرت جبرئیل نے اسمعیل اور حضرت ہاجرہ کے واسطے نکالا تھا اور ایک مدت تک جاری رہا مگر قبیلہ جرہم کے بعض شخصوں نے اسکو بند کر دیا تھا اور اب اسکا نشان تک باقی نہ تھا حضرت رسول کے ظہور کا زمانہ قریب آیا تو عبد المطلب کو پے در پے تین شب خواب میں بشارت دیگئی اور صحیح نشان بتایا گیا یہاں تک کہ ہاتف غیبی کی ندا سے اساف نائلہ کے درمیان زمین کھود کر چشمہ نکالا اس میں سے خزانہ بھی نکلا تھا۔ جب قبیلۂ قریش کو خزانہ کی خبر ملی تو حضرت عبد المطلب سے خزانہ کی تقسیم کے واسطے جھگڑنے لگے مگر عبد المطلب مال کی تقسیم پر راضی نہوئے اور فریقین اس قضیہ کے فیصلہ کے واسطے ملک شام کے ایک مشہور کاہن کے پاس چلے راہ میں عبد المطلب کو شدت سے پیاس معلوم ہوئی اور فریق ثانی کے پاس اگرچہ پانی تھا لیکن ان لوگوں نے عبد المطلب کو ایک قطرہ دینا گوارا نہ کیا عبد المطلب نے نہایت خوف و ہراس کی حالت میں اپنے پروردگار کی بارگاہ میں دعا کی فوراً انکے اونٹوں کے پاؤں کے نیچے پانی کا ایک چشمہ ظاہر ہوا جوں ہی قریش نے یہ کیفیت دیکھی اپنے دعوے سے ہاتھ اٹھایا اور عبد المطلب کے ساتھ مکہ واپس آئے۔

جد علیؑ) ابن فہر بن مالک بن النضر (قریش) بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن نزار بن معد بن عدنان بن اد بن اُدَد بن یامین بن یشجب بن منجر بن صابوغ بن الیسع بن ہمیسع بن سلامان ابن النبست بن حمل بن قیدار بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن تارخ بن ناحور بن سروج بن ارعو بن فلج (فالک فالق) بن عابر (عبرانی زبان انھیں کی طرف منسوب ہے) بن شالح بن ارفخشد بن سام بن نوح بن عبد الملک بن متوشلخ بن اخنون (ادریس) بن الیارد بن مہلائیل بن انوش بن شیث بن آدم ابوالبشر علیہم الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی والدہ ماجدہ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب ہیں۔

حضرت عبد المطلب کے بارہ ۱۲ بیٹے تھے

عبد العزیز ۱۔ مقوّن ۲۔ حارث ۳۔ ابولہب ۴۔ حمزہ ۵۔ حجل ۶۔ عیداق ۷۔ قثم ۸۔ زبیر ۹۔ ضرار ۱۰۔ عباس ۱۱۔ ابوطالب ۱۲۔ (عمران) عبد اللہ اور چھ بیٹیاں تھیں۔ بیضا ۱۔ بردہ ۲۔ عاتکہ ۳۔ صفیہ ۴۔ داروی ۵۔ دمیمہ ۶۔ عبد اللہ اور طالب یہ دونوں حقیقی بھائی تھے اور انکی ماں کا نام فاطمہ تھا باقی بیٹے مختلف البطن تھے ابوطالب کے چار بیٹے تھے۔ علی مرتضیٰ۔ طالب۔ عقیل۔ جعفر۔

ملہ ہاشم ان کے بھائی کا نام عبد الشمس تھا جن کے بیٹے امیہ ہیں اُمیہ کے بیٹے تھے ابوالعاص اور حرب۔ ابوالعاص کے دو بیٹے ایک خاص اُسکا بیٹا حکم اُسکا بیٹا مروان ہے دوسرے عفان حضرت عثمان غنی کے والد اور حرب کا بیٹا ابوسفیان تھا اس نے طائف میں ایک بازاری فاحشہ عورت سے زنا کی تھی اُس سے زیاد پیدا ہوا اور زیاد کا بیٹا قاتل امام حسینؑ ہے زیاد ایک کس مپرسی کی حالت میں تھا ایک مدت دراز کے بعد جب اُسکے عقل و دانش کی خبر مشہور ہوئی تو معاویہ نے اُسکو بلاکر اپنا بھائی قرار دیا اور ابوسفیان کی میراث سے کچھ حصہ بھی دیا ابوسفیان کی بی بی کا نام ہند تھا جس نے ایک حبشی غلام سے زنا کرا کے حضرت حمزہ سید الشہدا کو قتل کرایا تھا اور انکا جگر کھایا اور جگر خوار کا خطاب پایا اسی ہند کے صاحبزادے امیر معاویہ ہیں اور ان کے لخت اقبال فرزند یزید علیہ اللعنۃ ہیں۔ ملہ عبد مناف ان کے بھائی عبد العزیز۔ ابوجہل اور ورقہ بن نوفل کے دادا ہیں اور انکے پوتے زبیر ہیں۔

محمد مصطفےٰ کی نبوت

جب آپ کا سن پچیس برس کا ہوا تو آپ نے جناب خدیجہ سے جن کا سن چالیس برس کا تھا اور مکہ کی ایک بڑے امیر کی بیوہ تھیں عقد کیا اور جب آپ کا سن چالیس برس کا ہوا تو ستائیس رجب کو خلعت نبوت سے سرفراز ہوئے۔ اس میں شک ہی نہیں کہ آپ نے نبوت کا دعوے کیا اور اُس کے ثبوت میں بہت سی روشن دلیلیں پیش کیں۔

پہلا امر

جو آپ کی نبوت کی بین شہادت ہے یہ ہے کہ آپ نے باوجودیکہ ایسے وحشی لوگوں میں نشو و نما پائی تھی جو تمام اچھے اخلاق سے خالی اور تمام بُرے افعال سے بھرے ہوئے تھے اور اُن کا دارومدار محض تعصب۔ عناد۔ نزاع۔ اور فساد پر تھا یہ لوگ حج میں جانوروں کی طرح ننگے ہو جاتے تھے اور چارپایوں سے بدتر تھے مگر آپ تمام اخلاق حسنہ علم۔ عفت۔ حلم۔ سخاوت۔ شجاعت۔ حیا۔ کرم۔ مروت۔ صدق۔ امانت۔ سے اس طرح متصف تھے کہ لوگ قبل نبوت بھی آپ کو صادق اور امین کہا کرتے تھے اور اپنے اموال حضرت کے پاس امانت رکھتے تھے اور آپ ہر سائل کے مشکل سے مشکل سوال کا تشفی بخش جواب مختلف زبانوں میں دیتے تھے پس ایسے وحشی لوگوں میں نشو و نما پاکر ان صفات سے متصف ہونا خدائی[1] نہیں تو اور کیا ہے۔

دوسرا امر

اُس ریتلے میدان میں۔ ببولوں کے جنگل میں جہاں کہیں علم و حکمت کا

۱۔ خدا کی جانب سے نہیں تو اور کیا ہے۔ آقا حسن عفی عنہ

پتہ بھی نہ تھا بت پرستی کا دورہ دورہ تھا اور اگر یہود و نصاریٰ کے بعض علما تھے بھی تو آپ کبھی اُن کے پاس تحصیل علم کے لئے تشریف نہیں لے گئے مگر آپ نے دعویٰ کیا کہ میں خدا کا رسول ہوں اور ساتھ ہی اسکے اپنے دعوے کے ثبوت میں ہزاروں معجزات اور پیشین گوئیوں سے قطع نظر کر کے ایک ایسی کتاب جو تمام امور معاش و معاد و حکمت سے آراستہ بالملو اور توریت و انجیل کے مطابق سابق انبیا اور امتوں کے عبرت آمیز قصوں سے بھری تھی پیش کی اور وہ کتاب ایسی اعلیٰ درجہ کی فصاحت و بلاغت و اعجاز پر مشتمل تھی کہ باوجودیکہ اُس زمانہ میں بھی بڑے بڑے ادیب عربی زباندانی کے دعویدار فصاحت و بلاغت کے میدان میں یکہ تاز موجود تھے اور اُس کے بعد بلکہ اب بھی مصر وغیرہ میں عربی زبان ترقی کے اعلیٰ درجہ پر پہونچی ہوئی ہے خصوصاً نصرانی اسوقت کوس لمن الملک بجا رہے ہیں۔ مگر تیرہ سو برس گزرنے پر بھی کوئی ایک سورہ تو کیا ایک آیت کا بھی جواب نہ لا سکا پھر اسکو بشری قوت سے باہر انسانی طاقت سے منزلوں دور خدا کا کلام نہ کہیں تو کیا کہیں۔

تیسرا امر

بشارت اُن تمام کتابوں میں جو خداوند عالم نے مختلف اوقات میں سابق انبیا پر نازل فرمائی تھیں مثل توریت و انجیل و زبور وغیرہ وغیرہ کے آپ کی نبوت اور آپ کے بارہ خلفا کی بشارتیں موجود ہیں بلکہ توریت و انجیل کے وہ ترجمے جن میں طرح طرح کی تحریفیں ہو چکی ہیں اور اسوقت مروج ہیں اُن میں بھی آپکی بشارتیں تصریحی طور پر موجود ہیں۔ بلکہ بعض مقامات میں تو آپ کے نام اور صفات اور تاریخ و مقام ولادت کی بھی تصریحیں پائی جاتی ہیں چنانچہ کتاب توریت صفحہ خامس میں لکھا ہے کہ خداوند عالم نے حضرت موسیٰ کو وحی بھیجی کہ میں مثل

تیرے لئے ایک پیغمبر بزرگ مرتبہ بنی اسرائیل کے بھائیوں (اولاد اسمعیل) سے مبعوث کروں گا تجھکو چاہیئے کہ اپنی امت کو جمع کرکے اس کی متابعت کا عہد و پیمان لے اور جب وہ مبعوث ہو اور اس کی بات نہ سنے تو میں اس سے مواخذہ کروں گا چاہیے کہ اپنے کان اسکی طرف اسی طرح لگاؤ جیسا کہ مقام حواب میں بروز مجمع (تجلی کے دن) خدا سے دعا کرتے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ ہم یہ صدائے ہولناک سنیں اور پھر اس آگ اور کڑک کو دیکھیں حضرت موسیٰؑ جماعت بنی اسرائیل کو جمع کرکے فرماتے ہیں باب ۱۸- آیت ۱۵- اے بنی اسرائیل تیرا خداوند خدا تیرے لئے تیرے درمیان سے تیرے بھائیوں میں سے (بنی اسمعیل) مثل میرے ایک پیغمبر مبعوث کرے گا چاہیے کہ تو اس کی طرف کان رکھے (۱۶) مثل اُن سب کے حواب میں بروز مجمع اپنے خداوند خدا سے طلب کیا تو نے ایسا نہ ہو کہ اپنے خداوند خدا کی آواز سنوں اور ایسی سخت آگ پھر دیکھوں (۱۷) اور خدائے تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ جو کچھ انھوں نے کیا بہتر کیا (۱۸) میں ان کے واسطے اُن کے بھائیوں سے تیرے مانند ایک پیغمبر مبعوث کروں گا اور اپنا کلام اسکے منھ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اُس سے کہوں گا وہ اُن سے کہے گا۔ (۱۹) اور ایسا ہوگا کہ میرا کلام وہ پیغمبر میرے نام سے اُن سے کہے گا اور جو کوئی اُس کو

لے اس سے صاف واضح ہے کہ سوائے حضرت محمد مصطفےٰ کے کوئی دوسرا شخص مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت عیسیٰؑ حضرت موسیٰؑ کے مثل نہ تھے اس لئے کہ حضرت موسیٰ کی شریعت اور شریعتوں کی ناسخ تھی اور حضرت عیسیٰ کی شریعت کمل تھی نہ ناسخ دوسرے حضرت عیسیٰؑ پر جہاد کا حکم نہ تھا۔ اور حضرت موسیٰؑ کو تھا۔ تیسرے حضرت موسیٰؑ کے نائب حضرت ہارون تھے اور انھیں کی اولاد میں امامت رہی اور حضرت عیسیٰؑ کا کوئی بھائی نہ تھا۔ غرض حضرت موسیٰ کا مثل سوائے رسالتمآبؐ کے دوسرا نہیں ہو سکتا۔

نہ سُنے گا میں اُس سے مواخذہ کروں گا (۲۰) اور لیکن ایسا پیغمبر کہ یہ گستاخی کرے کہ جو کچھ میں نے اُس سے نہیں کہا وہ میرے نام سے کہے وہ قتل کیا جائے گا (۲۱) اور اگر تیرے دل میں کچھ کھٹکا اور وہم پیدا ہو کہ میں کیونکر جانوں کہ وہ کلام خداوند کا فرمایا ہوا ہے (۲۲) پس جاننا چاہیے کہ جو پیغمبر خدا کے نام سے کوئی کلام کہے اور وہ واقع نہ ہو یا اُسکا قول انجام کو نہ پہنچے وہ کلام خدا کا کلام نہیں ہے بلکہ اُس نبی نے گستاخی سے کہا ہے اُس سے نہ ڈر اور خوف نہ کر۔

دوسری پیشینگوئی

حضرت داؤدؑ کی عشق الٰہی کی منزل

زبور سفر اول زبور ۴۵ (۱) میرے دل میں سخن جوش مارتا ہے میں کہتا ہوں کہ میرے مسموعات بادشاہ (سلطان ملت مرسل بالسیف کے لیے ہوں اور میری زبان کاتب مہر کے قلم کے مانند ہو جائے۔ (۲) تو حسن میں بنی آدم سے زیادہ تر ہے تیرے لبوں پر نعمتیں ڈالی ہیں (قرآن) اسی سبب سے خدائے تعالےٰ نے تجھ کو ابد کے ساتھ مبارک کیا ہے (خاتم المرسلین (۳) اے پہلوان اپنی تلوار کمر سے باندھ (جہاد بالسیف) اپنی آرائش اور زیبائش کر یعنی تیغ کمر پر باندھنا تیری آرائش ہے۔ (۴) اور اس آرائش سے اقبال مند سوار ہو کہ امانت اور حلم اور صداقت ظاہر کرے تو (صادق اور امین آپکا لقب تھا) اور تیرا دہنا ہاتھ (قوت بازوئے علی ابن ابی طالب) تجھ کو ہیبت اور مہابت کی تعلیم کرتا ہے (۵) تیرے تیر تیز ہیں لوگ نیچے گرتے ہیں اور وے تیر بادشاہ کے دشمنوں کے دل سے گذرتے ہیں (۶) خدا تیرا ابد الآباد ہے تیری سلطنت

کا عصا، راستی کا عصا ہے۔ (۷) تو راستی کا دوست اور شر کا دشمن ہے اسی سبب سے اے خدا خدا نے تجھ کو خوشنودی کے روغن سے تیرے مصاحبوں سے زیادہ ممسوح کیا ہے (خوشنودی و رضامندی خدا) (۸) تیرے لباس سے عنبر اور عود اور قرمز کی خوشبو آتی ہے اور عاج کی ہیکلوں سے تیرا نغمہ پسند کرتا ہے (بہشت کی خوشخبری) (۹) بادشاہوں کی بیٹیاں (کسریٰ وغیرہ) تیرے عزیزوں میں ہیں بلکہ طلا اذفر سے آراستہ تیرے داہنے ہاتھ کھڑی ہیں (۱۰) اے بیٹی (قوم) سن اور سمجھ اور کان رکھ اور اپنے گھر کے آدمیوں اور اپنے باپ کے گھر کو بھول جا (۱۱) کہ بادشاہ (رسول خدا) تیرے جمال کا مشتاق ہے وہ تیرا شوہر ہے (مالک) ہے اُسکو سجدہ کر (تعظیم کر) (۱۲) اور بنت صور (اہل مقام) تحسین سے تیری خوشامد کرے گی قوم کے دولتمند (۱۳) کل جلال دختر شاہ (فاطمہ زہرا) نظر آتا ہے لباس اُسکا سرتاسر تاش ہے (۱۴) اور اُسکو فرش رنگین پر بادشاہ (رسول خدا) کے پاس لاتے ہیں اور بتول اور عورات (حوران جناں یا حضرت مریم وغیرہ) اُن کے سامنے اور اُسکی عقب میں چلتی ہیں وہ عورتیں کہ اُن کے ساتھ ہیں تیرے پاس پہونچائے جاتی ہیں (۱۵) اور خوشی اور شادی سے اُسکو پہونچاتی ہیں اور یہ بادشاہ کے محل میں داخل ہوتی ہیں (۱۶) بڑے بیٹے (حضرت حسن ع) تیرے باپ کے قائم مقام ہوتے ہیں اور تو اُن کو تمام روے زمین کا سردار مقرر کرتا ہے (۱۷) میں سب پشتوں کو تیرا نام یاد دلاتا ہوں پھر سب لوگ ابد آباد تک تیری ستائش کریں گے۔

تیسری پیشینگوئی

انجیل یوحنا باب اول آیت ۱۹ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہنوں

اور لاویوں کو بھیجا کہ حضرت یوحنا (یحییٰ) سے پوچھیں کہ تو کون ہے (۲۰) اُس نے اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں۔ اُنھوں نے پوچھا کہ تو ایلیا (علی مرتضیٰ) ہے کہا میں ایلیا نہیں ہوں پھر اُنھوں نے پوچھا کہ تو وہ نبی (محمد مصطفیٰ) ہے اُس نے کہا میں وہ نبی بھی نہیں ہوں۔

چوتھی پیشنگوئی

انجیل یوحنا باب ۱۲۔ ایک نشان آسمان پر ظاہر ہوا کہ ایک عورت (حضرت آمنہ) آفتاب (حضرت رسول ص) کو سر پہ اور چاند (جناب فاطمہؑ) کو پاؤں کے نیچے لئے ہوئے تھی اُسکے سر پر تاج بارہ ستاروں (بارہ امام) سے مرصع تھا اور وہ عورت حاملہ تھی اور دردِ زہ میں مبتلا جننے کے وقت کے قریب پہونچ گئی تھی۔ اسکے بعد ایک اور نشان آسمان پر ظاہر ہوا۔ کہ ایک سُرخ سانپ (شیطان) بہت بڑا کہ سات سر اور سر پر دس سینگ رکھتا تھا اور اُس واقعہ بزرگ نے آسمان کے ایک ثلث ستاروں کو اپنے دُم میں لپیٹ کر کھینچ لیا اور زمین پر دے مارا اور پھر وہ سانپ اُس خاتون کی طرف جا کر اس انتظار میں ٹھہرا کہ جب یہ عورت جنے تو یہ اُس بچہ کو نگل جائے زن مذکور بیٹا جنی اور مقرر ہوا کہ لوہے کی عصا (تلوار) ہاتھ میں لے کر تمام قوموں پر حکومت کرے پھر اُس مولود کو حضرت رب العالمین کے تخت کے روبرو لے گئی اور وہ عورت بیابان (مکہ) میں گئی کہ خدائے تعالیٰ نے وہاں اسکے لئے جگہ مقرر کی تھی۔ تاکہ ایک ہزار دو سو ساٹھ دن (ساڑھے تین برس) مولود کی پرورش کرے پھر آسمان پر جنگ وجدال کے سامان ظاہر ہوئے اور میکائیل نے ماتحت فرشتوں کو لے کر اُس بڑے سانپ اور اُسکے شیاطین کے ساتھ جنگ وجدال کی۔ سانپ

میکائیل پر غالب نہ ہوسکا بلکہ سانپ اور اُس کے متابعین نے پھر آسمان پر جگہ بھی نہ پائی۔

پانچویں پیشینگوئی

توریت صفحہ اول باب ۱۷۔ ابراہیم نے اسمعیل کے واسطے دعا کی کہ مجھ کو آرزو ہے کہ اسمعیلؑ فرزند میرا تیرے درجہ تجید اور اطاعت کو پہونچے اسکے جواب میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ دعا تیری ہم نے اسمعیل کے حق میں قبول کی اور اُس کو ہم برکت (نبوت) اور زیادتیٔ نسل بخشتے ہیں اور ہم اُسکو بارآور (حضرت رسول کی پیدائش) کرتے ہیں اور اُس سے بارہ۱۲ سردار دبارہ امام نکلیں گے۔ اور ہم اُس کو ایک بزرگ گروہ بنائیں گے۔

چوتھے

معجزات۔ آپ کے اس حد پر تاریخی صفحات میں تواتر کے ساتھ پائے جاتے ہیں جنکا شمار دشوار ہے۔ کیونکہ آپ کے معجزات چند قسم کے ہیں بعض آسمان سے متعلق ہیں جیسے شق قمر ردشمس نزول مائدہ معراج پیدائش کے وقت ستاروں کا گرنا وغیرہ وغیرہ۔

بعض۔ جمادات و نباتات وحیوانات سے متعلق ہیں کہ یہ سب چیزیں آپ کی اطاعت کرتے ہیں۔

بعض۔ دعا اور مریضوں کی شفا کے متعلق ہیں کہ آپ نے بہتیرے مایوس العلاج مریضوں کو دعا سے شفا دی۔

بعض۔ اخبار بالغیب سے متعلق ہیں اور اسکی کوئی حد نہیں ہے۔

بعض - آپ کے اعضا کے متعلق ہیں جیسا کہ آپ کی پیشانی سے ایک نور چمکتا تھا آپ کے جسم کا سایہ نہ تھا آپ ہر زبان میں گفتگو کرتے تھے۔ آپ کے فضلہ سے مشک کی بو آتی تھی اور اسکو کوئی دیکھ نہ سکتا تھا۔ آپ جب کسی کے ساتھ چلتے تھے چاہے وہ کیسا ہی دراز قد ہو مگر آپ کا قد اس سے کچھ نکلا ہی رہتا تھا۔
خلاصہ - یہ ہے کہ آپ کے معجزات ہزاروں ہزار ہیں حتّٰی کہ جتنے معجزات انبیاء سابقین میں تھے وہ سب کے سب آپ کی ذات خاص میں مجتمع تھے۔

امامت

وہ ریاست عامہ ہے جو بندوں کے امور معاش و معاد کی اصلاح کے واسطے پیغمبر کی جانشینی سے کسی کو حاصل ہو وہ امام۔ خلیفہ۔ جانشین رسول کہلاتا ہے

امام کا خدا کی طرف سے مقرر ہونا

یہ امر کسی طرح قابل شک نہیں کہ ہر نبی کی وفات کے قبل امام کا مقرر ہو جانا ضرور اور اسمیں بھی شک نہیں کہ خدا کی طرف سے مقرر ہونا چاہئے مگر اہلسنت کا خیال ہے کہ یہ مسئلہ فروع دین کا ہے۔ نہ قبل وفات پیغمبر مقرر ہونے کی ضرورت ہے نہ خدا کو مقرر کرنا ضرور ہے بلکہ یہ امر بندوں کے اختیار میں ہے جس کو چاہیں اپنی خواہش کے موافق امام بنالیں۔ لیکن یہ خیال بالکل غلط ہے اور اُس کی بہت سی عقلی نقلی دلیلیں آیات و حدیث سے موجود ہیں۔
پہلی دلیل - جو دلیلیں نبی کے مبعوث ہونے کی ہیں وہی بعینہ امام کے مقرر ہونے کی بھی ہیں اور خصوصاً رسالت مآبؐ کے بعد کہ حضرت خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی پیغمبر نہ ہوگا پس اُسکا قائم مقام جیسے وہ خود تھے

ویسا ہی ضرور ہونا چاہئے۔

دوسری دلیل۔ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ خداوند عالم کسی اچھے یا ضروری کام کو ترک نہیں کرتا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی کام اچھا اور ضروری ہو نہیں سکتا کہ خداوند عالم اپنے بندوں کو گمراہی سے بچائے۔

تیسری دلیل۔ آئندہ بیان سے معلوم ہوگا کہ امام کے واسطے عصمت ایک ضروری شرط ہے۔ اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ خداوند عالم الغیب کے سوا اس پر کوئی مطلع نہیں ہو سکتا پس امام کا مقرر کرنا بندوں سے محال ہے۔

چوتھی دلیل۔ یہ بات تو ظاہر ہے کہ حضرت رسول کسی مخصوص زمانہ کے واسطے مبعوث نہیں ہوئے تھے بلکہ آپ تمامی خلائق کے لئے ہادی و رہبر تھے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ آپ نے اپنے دعوے کے ثبوت میں ایک خدائی کتاب پیش کی اور ہر امر کے آداب و طریقے حتٰی کہ کھانے پینے پاخانے جانے میراث معاملات احکام وغیرہ خدا کے حکم سے مقرر کئے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ آپ مبعوث ہونے کے بعد بہت زمانہ تک زندہ رہے اور صرف ایک محدود حلقہ کے چند آدمیوں نے اسلام قبول کیا تھا جن میں سے اکثر منافق تھے۔ پس کوئی عاقل یہ تجویز نہیں کر سکتا کہ خدا اور رسول ایسے امر عظیم کو ناتمام چھوڑ دیں اور کسی شخص کو جو اس شریعت و کتاب و سنت کا حافظ اور کذب و سہو و خطا سے معصوم اور تغیر و تبدل دنیات سے محفوظ ہو مقرر نہ کریں اور صرف اُس کتاب کو جو اس وقت تک جمع اور مرتب بھی نہ ہوئی تھا اور جس میں ہزاروں ضروری احکام سے چند کے سوا ظاہرا تصریحًا مذکور نہ ہوا و ساس ورجہ مجمل ہو کہ ہر شخص اُس کے الفاظ کا جدا گانہ مطلب سمجھے اور پھر اُس کا مقصد اور مطلب سمجھانے والا کسی کو مقرر نہ کرے۔ اور احادیث میں بھی اس درجہ اختلاف اور تشویش ہو کہ کوئی شخص صحیح مطلب حضرت رسول کا نکال نہیں سکتا۔ اور صرف اُن چند تازہ

مسلمانوں کو جن میں کے اکثر اپنے اپنے فاسد اغراض کے دیوانے ہوں اپنی ساری امت کا اختیار دیدے کہ جس کو چاہیں اپنے مطلب کے موافق امام بنا لیں۔ اور وہ شخص جو علم و فضل و احکام شرعی سے اس درجہ بے بہرہ ہو کہ معمولی مشکل میں ہاتھ پاؤں ڈالدے اور اس سے اُس سے پوچھے حاشا و کلا ہرگز تھوڑی عقل والا آدمی ایسے امر شنیع کی نسبت خدا و رسول کی طرف نہیں دے سکتا۔

پانچویں دلیل۔ اہلسنت بھی اس کے قائل ہیں کہ حضرت آدم سے حضرت رسول تک تمام انبیا کے بارے میں خداوند عالم کی یہ مقررہ عادت جاری رہی کہ جب تک اُن کا قائم مقام مقرر نہ کر دیا اُسوقت تک اُس نبی کو دُنیا سے نہ اُٹھایا اور خود حضرت کی بھی یہ عادت تھی کہ چھوٹے چھوٹے سفروں میں جب تشریف لیجاتے تھے تو اپنا خلیفہ مقرر فرماجاتے تھے تو پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ آپ دُنیا سے سفر کریں اور کوئی خلیفہ مقرر نہ فرمائیں اور لطف تو یہ ہے کہ رسول تو رسول معاذاللہ خدا بھی اپنی پرانی عادت جو ہر نبی کے ساتھ برتتا رہا۔ یہاں بالکل بھول گیا۔ اور قیامت تک کے واسطے اتنی بڑی خلقت کو یوں ہی چھوڑ بیٹھا حاشا و کلا ہرگز نہیں۔

حکایت لطیف

ہشام بن حکم نے جو جناب **امام جعفر صادق** علیہ السلام کے مومن کامل دیندار جوان صحابی تھے جب سُنا کہ **عمرو بن عبیدہ** بصرہ کی جامع مسجد میں مسند علم و حکمت پر بیٹھکر لوگوں کے ساتھ یاوہ گوئی کرتا ہے اور بھیڑ یا دھسان خلقت کی بھیڑ اُسکے گرد جمع رہتی اور مختلف سوالات کرتی ہے اور وہ جوابات دیتا ہے تو اُنھیں ناگوار گذرا اور ایک مرتبہ جمعہ کے دن اُسی مسجد میں جا پہونچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ لوگ اُسے گھیرے ہوئے ہیں اور کچھ پوچھ رہے ہیں یہ بھی آگے بڑھے اور بھیڑ کو چاک کرتے ہوئے اُسکے قریب پہونچے اور دونوں میں یوں باتیں ہونے لگیں۔

ہشام ۔ اے مرد عالم میں ایک مسافر ہوں اگر اجازت ہو تو میں بھی کچھ پوچھوں۔
عمرو۔ بے باکی سے جو پوچھنا ہو پوچھ۔
ہشام ۔ کیا تمہیں آنکھیں ہیں۔
عمرو ۔ یہ بھی کوئی سوال میں سوال ہے کیا اس سے بڑھکر کوئی بے وقوفی کا سوال ہو سکتا ہے۔
ہشام ۔ خیر یہی سہی مگر مجھے تو یہی پوچھنا ہے آخر تمہارا بتانے میں کیا بگڑا جاتا ہے۔
عمرو ۔ اچھا خفا نہ ہو تمہیں اگر یہی پوچھنا ہے تو میں بھی یہی جواب دیتا ہوں کہ آنکھیں ہیں۔
ہشام ۔ بھلا تم اس سے کیا کام لیتے ہو۔
عمرو ۔ ارے بھئی یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے یہ تو ظاہر ہے کہ میں اس سے ہر چیز کو دیکھتا ہوں ۔ رنگوں میں تمیز کرتا ہوں ۔
ہشام ۔ اچھا خیر کیا تمہارے ناک بھی ہے۔
عمرو ۔ اچھا ہے پھر آپ کا مطلب۔
ہشام ۔ مطلب وطلب کچھ نہیں صرف اتنا پوچھتا ہوں کہ آپ اس سے کیا کام لیتے ہیں۔
عمرو ۔ اس سے ہر طرح کی اچھی بری بو معلوم ہوتی ہے اس سے سانس آتی جاتی ہے۔
ہشام ۔ کیا زبان بھی ہے۔
عمرو ۔ اچھا بھئی یہ بھی سہی ۔ ہے۔
ہشام ۔ کیا اس سے کچھ کام لیتے ہو۔
عمرو ۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے اس سے طرح طرح کی باتیں کرتا ہوں مختلف چیزوں کے مزے محسوس ہوتے ہیں میٹھا کڑوا نمکین پھیکا اسی سے معلوم ہوتا ہے۔

ہشام - کیا تمھارے کان بھی ہیں -
عمرو - ہاں بھائی ہیں اور ہیں - اچھا -
ہشام - کیا یہ بھی کچھ کام آتے ہیں یا یوں ہی ہیں -
عمرو - کیا خوب حضرت ان سے اچھی بُری قریب دور کی باتیں سُنتا ہوں مطلب سمجھتا ہوں -
ہشام - خیر ہوگا بھلا یہ تو فرمائیے ہاتھ بھی ہیں -
عمرو - واہ واہ ہاتھ ہی نہیں تو کیا میں ٹنڈا ہوں لے اپنا مطلب کہئے -
ہشام - ان سے بھی کچھ کام چلتا ہے یا صرف یوں ہی دیکھنے کے ہیں چوب خشک -
عمرو - سبحان اللہ ارے بھئی انھیں سے تو سردی - گرمی - خشکی - تری - نرمی سختی - کھری - اور چکنی چیزیں معلوم ہوتی ہیں غرض اسی طرح تمام اعضا کو پوچھتے اور جواب لیتے ہوئے قلب تک پہونچے اور یوں گُہر فشاں ہوئے -
ہشام - کیا تمھارے پاس دل بھی ہے - یا بے دل ہی پیدا ہوئے ہو اور بے جی کے باتیں کر رہے ہو -
عمرو - ماشاء اللہ جب دل ہی نہ ہو تو پھر کیونکر کام ہو یہ سارے کارخانے تو انھیں حضرت دل کے پھیلائے ہوئے ہیں -
ہشام - کیا اس سے بھی کچھ کام نکلتا ہے -
عمرو - کیا کہنا ارے بھئی یہ تو سلطان بدن ہے یہی بدن کی ساری سلطنت کی بیٹھا بیٹھا تدبیریں کرتا ہے اسی سے تمام اعضا کو افعال بد میں تیز ہوتی ہے کس نے کیا کیا اور کیا کرنا چاہئے -
ہشام - کیا اور اعضا سب اُسی کے محتاج اور تابع فرمان ہیں اور دل مستغنی نہیں تھا -

عمرو۔ نہیں ہرگز نہیں بغیر اُس کے تو کوئی کام ہو ہی نہیں سکتا۔

ہشام۔ جب یہ اعضا صحیح و سالم ہیں تو پھر دل کی احتیاج کیا ہے اور یہ اُس کے دست نگر کیوں ہیں۔

عمرو۔ میاں صاحبزادے جب یہ اعضا کسی امر میں جیسے دیکھا یا سُنا یا سونگھا یا چکھا یا چھوا غرض جو احساس کیا ہو شک کرتے ہیں تو اُس کی تمیز کے واسطے دل ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور دل جو حکم کرتا ہے اُس کا یقین ہو جاتا ہے اور شک باطل۔

ہشام۔ کیا خدا نے دل کو اس واسطے پیدا کیا ہے کہ جب اور اعضا کے فعل میں شک ہو تو دل ہی کی طرف رجوع کریں۔

عمرو۔ بیشک لاریب فیہ۔

ہشام۔ کیا بدن انسان میں دل کا ہونا ضروری ہے کہ بغیر اس کے اعضا کو کسی چیز کا یقین حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔

عمرو۔ ہاں ہاں ضرور بغیر اُس کے کچھ نہیں ہو سکتا۔

ہشام۔ اے عمرو خدا نے اس چھوٹے سے جثہ میں بھی چند اعضا کو بغیر اُس کے پیشوا اور حاکم کے نہیں چھوڑا تا کہ اُن کا آپس کا جھگڑا فیصل شکوک زدائل باطل کو نیست نابود کرے اور اتنی بڑی خلقت دنیا کے لوگوں کو یوں ہی اپنی حالت پر حیرت و شک میں چھوڑ دیا اور کوئی امام و پیشوا اُن کے واسطے مقرر نہ کیا تا کہ جھگڑے فساد شک و ریب میں اُسکی طرف رجوع کرے یہ تو کسی طرح عقل قبول نہیں کرتی یہ سُن کر عمرو سے اور تو کچھ بن نہ پڑا کہ جواب دیتا کہنے لگا۔

عمرو۔ میاں کیا تم ہشام ہو۔

ہشام۔ نہیں میں ہشام نہیں ہوں۔

عمرو۔ تم کہاں کے رہنے والے ہو۔
ہشام۔ کوفہ کا۔
عمرو۔ تب تم ضرور ہشام ہی ہو۔ یہ کہکر جلدی سے اُٹھا اور ہشام کو گلے لگایا اور مسند پر جگہ دی اور اپنے پہلو میں بٹھایا اور جب تک ہشام وہاں بیٹھے رہے ڈر کے مارے دم نہ مارا اور کوئی بات نہ کی۔

امامت کی شرطیں

بھی اگرچہ وہی ہیں جو بحث نبوت میں مذکور ہو چکیں مگر محقق طوسی علیہ الرحمہ نے آٹھ شرطیں بیان کی ہیں اور ہر ایک کی بہت مضبوط دلیلیں بھی ذکر کی ہیں۔ عصمت۔ علم۔ شجاعت۔ اعجاز۔ قرب خدا۔ امامت عام تمام عیوب سے پاک ہونا۔ تمام صفات کمال سے متصف ہونا۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو صرف انھیں صفات پر انحصار نہیں بلکہ اور صفات بھی ہمارے ائمہ علیہم السلام میں جیسے غیب کی خبر دینا وغیرہ وغیرہ پائے جاتے تھے اسی وجہ سے تمام متکلمین نے صرف اُن تین شرطوں پر اکتفا کی ہے جو تمام صفات پر حاوی ہیں۔ عصمت۔ تمام اُمت سے ہر صفت خصوصاً علم میں افضل ہونا۔ ہاشمی ہونا۔ عصمت کی دلیلیں تو نبوت کی بحث میں گذر چکی ہیں۔ کیونکہ جب امام نبی کا قائم مقام ہے اور جو فرائض نبی کے تھے وہی اسکے بھی ہیں تو جو خرابیاں نبی کے معصوم نہ ہونے میں لازم آتی ہیں وہی امام کے معصوم نہ ہونے میں لازم آئیں گی علیٰ ہذا القیاس افضلیت بھی ورنہ افضل و اعلیٰ کا محکوم اور ادنیٰ کا حاکم ہونا لازم آئے گا۔ اور یہ بھی خلاف عقل ہے باقی رہا ہاشمی ہونا

اس کے ثبوت میں اس کثرت سے فریقین کی کتابوں میں دلائل موجود ہیں جن کی کوئی حد نہیں۔

امامت کی شناخت

کے تین طریقے ہیں۔ پیغمبر کا کسی شخص کو تصریحاً مقرر کر دینا۔ صفات کمال میں تمام اہل دنیا سے افضل ہونا دعوئے امامت کے ساتھ معجزہ دکھلانا ہمارے تمام ائمہ میں یہ تینوں باتیں بہت اچھی طرح سے پائی گئی ہیں۔

حضرت رسولؐ کے خلیفہ کی تقرری

اہل اسلام میں حضرت رسول کے بعد خلیفہ کے تعین و تقرری میں عظیم اختلاف ہے کچھ لوگوں کا خلفائے بنی عباس کی خوشامد میں تو یہ خیال تھا آپ کے بعد حضرت عباس (رسول کے چچا) اور ان کے بعد حضرت عبداللہ (ابن عباس) علیٰ ہذا القیاس تمام خلفائے بنی عباس ہیں لیکن اس قول کا قائل اب کوئی باقی نہیں ہے۔ اہلسنت کا یہ خیال ہے کہ لوگوں نے رسول اللہؐ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر سے بیعت کی اور حضرت ابوبکر نے اپنے بعد حضرت عمر کو اپنا خلیفہ بنایا۔ اور حضرت عمر نے اس عہدہ کو شورے پر چھوڑا اور شورے سے حضرت عثمان خلیفہ ہوئے اور جب صحابہ نے برے افعال حضرت عثمان سے دیکھے تو اُن کو قتل کر ڈالا اور حضرت علیؑ سے بیعت کی۔ اور شیعوں کا قول یہ ہے کہ حضرت رسول کے بعد حضرت علی بلا فصل خلیفہ و جانشین ہوئے اور اُس کے ثبوت

میں قرآن مجید کی بہت سی آیتیں اور فریقین کی معتمد روایتیں اس کثرت سے موجود ہیں کہ کسی منصف کو حضرت علی کی امامت میں شک وشبہ باقی نہیں رہ سکتا۔ حتیٰ کہ علامہ حلّی علیہ الرحمہ نے حضرت علی کی امامت کی دو ہزار بہت مضبوط وروشن دلیلیں کتاب الفین میں ذکر فرمائی ہیں اور مجھے اُن لوگوں سے تعجب ہے جو قرآن مجید اور احادیث رسول کا اقرار کرتے ہوں۔ اور تمام احکام شرعی میں تو ایک ایک دو دو حدیثوں پر اکتفا کر کے بے دھڑک فتوے دیتے ہوں اور پھر ہزاروں حدیثوں کو جو حضرت علیؑ کی خلافت ثابت کرتی ہوں دیکھیں اور نہ مانیں اور اسکے علاوہ لطف تو یہ ہے کہ عقلی دلیلیں جو حضرات خلفاء ثلثہ کی ناقابلیت اور حضرت علی کے استحقاق وصلاحیت کو واضح طور پر ثابت کرتی ہوں آنکھوں کے سامنے دیکھیں اور پھر اپنی ہٹ پر اڑے رہیں۔

حضرت علیؑ کی خلافت کی عقلی دلیلیں

پہلی دلیل۔ یہ تو معلوم ہو چکا کہ جس طرح نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے ویسا ہی امام وخلیفہ کا بھی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جن لوگوں کے خلیفہ ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے اُن میں سے سوائے حضرت علیؑ کے کسی کی عصمت کا دعویٰ کیا ہی نہیں گیا بلکہ موافق مخالف غرض ساری دنیا اسکی اقراری ہے کہ حضرت عباس یا حضرت ابوبکر ہرگز معصوم نہ تھے پھر مستحق خلافت سوائے حضرت علیؑ کے کوئی دوسرا کیونکر ہو سکتا ہے۔

دوسری دلیل۔ یہ تو ظاہر ہے اور اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ حضرت رسول کے بعد علم۔ فضل۔ حلم۔ عقل۔ شجاعت۔ سخاوت

ریاست۔ عدالت۔ غرض ہر صفت میں صحابہ میں سے کوئی شخص افضل تو کیا ہم پلہ بھی حضرت علی کا نہ تھا۔ بقول علامہ سیوطی تین سو آیتیں انھیں کی شان میں نازل ہوئیں انھیں کو خدا نے نفس رسول قرار دیا خود رسول نے انھیں کی مدح و ثنا مختلف طریقوں سے فرمائی جب کہیں باہر گئے تو انھیں کو ولی عہد بنایا۔ بدر۔ احد۔ حنین۔ جمل۔ نہروان۔ صفین انھیں کی شجاعت کا ادنیٰ نمونہ ہے بقول مولوی عبد اللہ امرتسری۔ مجمع[1] سلاطین آپ جلال الٰہی کا تاج سر پر رکھے ہوئے ایک عظیم الشان سلطان ہیں کہ جس کے دربار میں قیصر و کسریٰ کے سفیر دست بستہ نہایت ادب سے سر نیچے کئے ہوئے خاموش استادہ ہیں معرکہ کارزار میں آپ ایسے یکہ تاز شہسوار ہیں کہ آستین چڑھا کر عمر و مرحب جیسے عرب کے رستم نژادوں کو پچھاڑ کر اُن کے سینہ پر چڑھے ہوئے نظر آتے ہیں منبر پر آپ ایک فصیح الزبان اسپیکر ہیں کہ فصحائے عراق و بلغائے عرب آپ کے خطبہ کی فصاحت سے جوش میں آکر کچھ پوچھنے کے لئے اُٹھتے ہیں اور پھر بیخود بت بن کر کھڑے کے کھڑے رہ جاتے ہیں علم و فضل سے درسگاہ میں آپ ایک طلیق اللسان پروفیسر ہیں کہ احبار بنی اسرائیل کی شریعت کے امور کے یونانی فلسفہ کے ساتھ بنی اسرائیل کی زبان میں بیان فرما رہے ہیں غرضکہ مسند فقر پر آپ ایک منکسر المزاج فقیر ہیں اور چار بالشت امارت پر آپ ایک ذی شوکت امیر ہیں۔ اگر عدالت میں آپ نوشیرواں ہیں تو شجاعت

---

[1] دیکھو ارجح المطالب فی مناقب اسد اللہ الغالب یعنی سوانحعمری حضرت علی بن ابیطالب مصنفہ مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری بسمل مطبوعہ بھاول پریس لاہور صفحہ ۳۰ سطر ۵۔

میں رستم دوراں ہیں اگر سخاوت میں آپ حاتم نوال ہیں تو شہامت میں کیخسرو مثال ہیں ایسے صفات متضادہ کا بشر ابوالبشر کی اولاد میں پیدا نہیں ہوا۔ اور ایسے اوصاف متقابلہ کا آدمی جناب آدم کی ذریت میں ہویدا نہیں ہوا انہیں صفات متضادہ اور اوصاف متقابلہ کو دیکھ کر نصیریہ نے آپ کو خدا جانا۔ اور صوفیہ نے خدا جانے کیا جانا۔ مگر سچ تو یہ ہے ؎

ذاتِ حیدر کو کوئی کیا جانے
یا نبی جانے یا خدا جانے

انتہٰی کلامہ

پھر کسی عاقل کی عقل کسی طرح قبول نہیں کرتی کہ ایسے شخص کے ہوتے دوسرا شخص جو اس سے بدرجہا ہر صفت میں پست و ذلیل ہو۔ خلیفہ مقرر کیا جائے۔

تیسری دلیل یہ بھی ظاہر ہے کہ جناب فاطمۃ الزہرا حضرت رسول کی محض یادگار ہی نہ تھیں بلکہ اُن کے نقش قدم پر چلنے والی اُن کی عادت اور اخلاق کا نمونہ اپنے باپ کی جیتی جاگتی تصویر ہر عیب سے بری ہر گناہ سے پاک و پاکیزہ تمام جہاں کی عورتوں کی دنیا و آخرت میں سردار تھیں پس تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ جس کو یہ محترمہ اپنا پیشوا اور امام مانے اُسی کو ہر شخص اپنا سرتاج مالک سمجھے اور جس کو یہ معظمہ بُرا سمجھیں اُس سے ہر مسلمان نفرت کرے اب دیکھنا چاہیے کہ اُس رسول کی پارہ جگر نے اپنا امام کسی کو مانا بھی ہے یا نہیں یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ کسی کو اپنا امام نہ بنایا ہو کیونکہ یہ رسول کی مانی ہوئی حدیث ہے (مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ مَاتَ مِیْتَۃً الْجَاھِلِیَّۃِ) جو اپنے زمانہ کے امام کو مانے بغیر مر گیا وہ کفر کی موت مرا اور حضرت ابوبکر سے تو حسب تصریح امام بخاری (فَغَضِبَتْ فَاطِمَۃُ وَلَمْ تَتَکَلَّمْ

حتیٰ مَاتَتْ) اتنی رنجیدہ گئیں کہ مرتے دم تک بات بھی نہ کی پھر تو معاذ اللہ جناب فاطمہؑ کفر کی موت مریں۔ یا حضرت ابو بکر اس قابل نہ تھے کہ اُن کو امام بنائیں پھر جناب علیؑ مرتضیٰ کے سوا کسی پاشد خلیفہ ہو ہی نہیں سکتا۔

آیات قرآنی سے حضرت علیؑ کی خلافت کا ثبوت

پہلی آیت - اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ ۔ تم پر صاحب اختیار حاکم صرف خدا اور اسکا رسول ہے اور وہ ایماندار لوگ ہیں جو پابندی سے نماز ادا کرتے اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔ شیعہ سُنی دونوں فریق کے علما کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی۔ اگرچہ ولی کے معنی دوست و مددگار کے بھی ہیں مگر یہ دونوں معنی اس مقام پر کسی طرح چسپاں نہیں کیونکہ مومنین تو آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہی ہیں چنانچہ خود خدا ایک مقام پر فرماتا ہے اَلْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَاءُ بَعْضٍ (مومن مرد و عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست و مددگار ہیں بلکہ مومنین کے اکثر دوست و مددگار کفار ہوتے ہیں پھر خدا اس معنی کو اپنے ساتھ تخصیص کیونکر کر سکتا ہے غرض یہ آیت صراحۃً رسول کے بعد جناب امیرؑ کے حاکم و امام ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

اعتراض

اس آیت میں حضرت علیؑ کا نام تو ہے نہیں صرف حالت ہے دہ

بھی ایک شخص کے واسطے نہیں بلکہ جمع کا صیغہ ہے اور اس سے حضرت علیؑ کی تخصیص باقی نہیں رہتی۔

جواب

واحد کی جگہ جمع اور جمع کی جگہ واحد کا استعمال ہر زبان اُردو۔ فارسی۔ عربی۔ وغیرہ سب میں ہوتا ہے دیکھو تم روزمرہ بولتے ہو۔ ہم آتے ہیں۔ آپ جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ الفاظ جمع ہیں اور مراد واحد ہوتا ہے اس کے علاوہ ہم اس آیت سے محض حضرت علیؑ ہی کی خلافت کے مدعی نہیں ہیں بلکہ بارہوں ائمہ کی اسی وجہ سے خداوند عالم نے بلفظ جمع یاد فرمایا ہے۔

دوسری آیت

قول خدا فَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ ترجمہ کیا جو شخص اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل رکھتا ہو اور اُسکے پیچھے پیچھے اُسکا گواہ ہو اُس شخص کے برابر ہوسکتا ہے جو ایسا نہ ہو۔ اس آیت میں پہلے جملہ سے مراد حضرت رسولؐ ہیں اور دوسرے جملہ سے مراد حضرت علیؑ ہیں اور اسکو تصریحاً بہت سے علماء اہلسنت نے بھی لکھا ہے۔ پھر اب کسی شخص کو اس میں شبہ باقی نہیں رہ سکتا کہ حضرت رسول کے بعد حضرت علیؑ ہی اُنکے خلیفہ و جانشین ہیں کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ اُسکے پیچھے پیچھے تو اگر کوئی دوسرا شخص حضرت علیؑ کے قبل خلیفہ ہوتا تو اُس کے بارہ میں کہا جاتا کہ فلاں فلاں حضرت رسول کے بعد ہوں گے اور اس کے بعد حضرت علیؑ ہوں گے۔

تیسری آیت

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝ ترجمہ قرآن نازل ہونے کے بعد جو شخص تم سے عیسےٰؑ کے بارے میں کج بحثی کرے تو اے رسول تم کہدو کہ اچھا تم اپنے فرزندوں کو بلاؤ اور ہم اپنے فرزندوں کو اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی جانوں کو اور ہم اپنی جانوں کو پھر باہم ایک دوسرے پر بددعا کریں اور جھوٹے پر خدا کی لعنت بھیجیں یہ آیت اُسوقت نازل ہوئی ہے جب نجران کے نصاریٰ نے مباہلہ کرنے کا قصد کیا تھا غرض حضرت رسولؐ نے عبا اوڑھی اور حضرت علیؑ اور جناب فاطمہؑ اور حسنینؑ کو اپنے ہمراہ لیا اور دعا کی خداوندا ہر نبی کے اہلبیت ہوتے ہیں اور یہ میرے اہلبیت ہیں اُسکے بعد یہ آیت نازل ہوئی اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (اے اہلبیت خدا بس یہی چاہتا ہے کہ تم سے بُرائی کو دور رکھے اور جو حق پاک و پاکیزہ رکھنے کا ہے اُس طرح پاک و پاکیزہ رکھے) اور پھر اپنے ساتھ لئے ہوے صحرا میں پہونچے۔ جوں ہی نجران کے نصاریٰ نے دیکھا تو ان کا ایک عالم بول اُٹھا خدا کی قسم یہ چند صورتیں میں ایسی دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ اپنی زبان سے پہاڑ کو بھی ہٹ جانے کو کہدیں تو ہٹ جائے گا اگر اپنی جان کی سلامتی چاہتے ہو تو مباہلہ کا قصد نہ کرو اور جزیہ دینا قبول کرو۔ خلاصہ اُن لوگوں نے جزیہ دینا قبول کیا اور واپس گئے اس سے کسی شخص کو انکار نہیں کہ اپنی جان کی جگہ حضرت رسولؐ نے حضرت علیؑ کو لیا تھا تو خود نفس رسول کے

موجود ہوتے دوسرے کو کیونکر خلافت میں پیشقدمی ہو سکتی ہے۔ اسکے علاوہ آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ حضرت اُن تمام لوگوں سے جو اس وقت موجود تھے ہر صفت میں بہتر و افضل و اعلیٰ تھے جب ہی تو حضرت رسول نے انہیں کو اپنے ساتھ لیا اور خدا نے بھی اُن کے تمام عیب سے پاک ہونے کی گواہی دی پھر ایسے شخص کے ہوتے دوسرے کو کوئی عاقل تو خلافت کا مستحق نہیں کہہ سکتا۔

چوتھی آیت

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ

اے رسول تم کہدو کہ میرے اور تمھارے درمیان گواہی کے واسطے خدا اور وہ شخص کافی ہے جسکے پاس پوری کتاب خدا کا علم ہے۔ علامہ ثعلبی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ اُس شخص سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔ پھر یہ تو ظاہر ہے کہ خلافت کوئی معمولی عہدہ نہیں جس پر ہر شخص فائز ہو سکے اس کی قابلیت تو وہی شخص رکھتا ہے جو دینی دنیوی تمام امور سے پورا ماہر احکام خدا و رسول سے واقف تمدنی سیاسی امور سے باخبر ہو اور پھر جب ایک شخص ان تمام صفات سے متصف موجود ہو تو دوسرا اُس کا کیونکر مستحق ہو سکتا ہے اور حضرت علیؑ کے عالم ہونے کی شہادت خود قرآن مجید دے رہا ہے۔ تو کسے باشد کوئی خلیفہ کیونکر ہو سکتا ہے۔

پانچویں آیت

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا خدا کی رسّی کو مضبوط پکڑو

مستغرق نہ ہو) تفسیر ثعلبی وغیرہ میں بصراحت موجود ہے کہ خدا کی رسی سے
(مراد اہلبیت رسول خدا علیؑ وفاطمہؑ وحسنؑ وحسینؑ ہیں۔ پھر جب کوئی شخص
آپ کو خلیفہ نہ مانے اور دوسرے کی پیروی کرے تو اُس حکم خدا کی تعمیل
کیونکر ہوگی۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت علیؑ کے سوا اور کسی میں خلیفہ
رسول ہونے کی صلاحیت تھی ہی نہیں۔

احادیث نبوی سے حضرت علیؑ کی خلافت کا ثبوت

پہلی حدیث (غدیر)

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ
عَادَاهُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَهُ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَهُ، ترجمہ میں جس کا مالک
اور حاکم ہوں علیؑ بھی اُس کا مالک وحاکم ہے خداوندا جو اسے دوست رکھے
تو اُسے دوست رکھ اور جو اس کو دشمن رکھے تو اُسے دشمن رکھ جو اس کی
مدد کرے تو اُسکی مدد کر جو اُس کو رسوا کرے تو اُس کو رسوا کر۔ یہ
حدیث تمام کتب تواریخ و احادیث شیعہ وسُنّی میں بلا اختلاف
مندرج اور اسقدر متواتر ہے کہ جو اُس کا منکر ہو وہ زمین ستارے
کلکتہ۔ بمبئی۔ وغیرہ کا بھی منکر ہوگا۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت رسول
ایک عرصہ سے اس خیال میں تھے کہ مناسب موقع دیکھ کر حضرت علیؑ کو ایک
بڑے مجمع میں اپنا خلیفہ نامزد کردیں اور خداوند عالم کا بھی اس
بارہ میں حکم آچکا تھا مگر ظاہری مسلمانوں کے ایک بڑی جماعت کی
مخالفت کا خوف ہر دفعہ مانع وحارج ہوتا تھا اور اس ارادہ سے
باز رہے آخر جب آپ اپنے زمانۂ وفات کے دو ڈھائی مہینہ قبل

آخری حج سے فارغ ہو کر مدینہ کو واپس تشریف لاتے تھے کہ اثنار راہ میں اٹھارہویں ذی الحجہ غدیر خم (مقام کا نام) میں یہ آیت نازل ہوئی۔ یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (اے رسول جو حکم تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس نازل ہوا ہے اس کو (لوگوں تک) پہونچا دو اور اگر کہیں تم نے ایسا نہ کیا تو سمجھ لو کہ تم نے اسکی رسالت ہی نہ کی اور (تم لوگوں کا خوف نہ کرو) خدا تمھیں لوگوں کے شر سے بچائے گا پس باوجودیکہ وہ قافلہ کی اترنے کی جگہ نہ تھی۔ دوپہر کا وقت تھا گرمی کی شدت تھی منبر بھی ساتھ نہ تھا مگر حضرت رسولؐ نے اسی وقت اونٹوں کے پالان کو اوپر تلے کر کے ایک اونچی جگہ بنائی جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے انکا تھوڑا سا انتظار کیا اور جو لوگ آگے بڑھ گئے تھے انکو واپس بلا لیا یہانتک کہ ایک لاکھ آدمیوں کا مجمع ہو گیا اور خود اسپر تشریف لے گئے اور ایک فصیح و بلیغ طولانی خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں اپنی وفات کا حال بیان فرمایا۔ لوگوں کو قرآن مجید اور اپنے اہلبیت کا دامن تھامے رہنے کی ہدایت فرمائی اسکے بعد سب لوگوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا اَلَسْتُ اَوْلٰی بِكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ (کیا میں تمہارے نسبت تم سے زیادہ صاحب اختیار و حکومت نہیں ہوں) سب نے بالاتفاق عرض کی بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (بیشک آپ ہمارے حاکم و مالک ہیں جب آپ سب سے یہ اقرار لے چکے تو آپ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ تھاما اور اونچا کیا اور سب کو دکھایا اسکے بعد فرمایا مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ جب یہ رسم ولیعہدی ادا ہو چکی تو ہر شخص حضرت علیؑ کے پاس آتا تھا اور مبارکباد دیتا تھا۔ خود حضرت عمر بھی تشریف لائے اور کہنے لگے بَخٍ بَخٍ لَكَ یَا عَلِیُّ اَصْبَحْتَ مَوْلَایَ وَمَوْلٰی كُلِّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَةٍ (اے علی مبارک مبارک کہ آپ میرے اور ہر مومن و مومنہ کے مالک ہوئے) جب مبارکباد کی رسم بھی ادا ہو چکی تو یہ آیت نازل ہوئی اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ

اَلْاِسْلَامَ دِیْنًا (آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور اسلام سے راضی وخوشنود ہوا) اُسپر حضرت رسول نے عرض کی اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِکْمَالِ الدِّیْنِ وَاِتْمَامِ النِّعْمَۃِ وَرِضَاءِ الرَّبِّ بِرِسَالَتِیْ وَوَلَایَۃِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْطَالِبٍ اللہ اکبر میں دین کے کامل اور نعمت کے پورے کرنے اور میری رسالت اور علی ابن ابیطالب کی ولایت پر راضی وخوشنود ہونے سے خدا کا شکر ادا کرتا ہوں) اسکے بعد لوگوں نے قصیدے لکھے چنانچہ ایک بڑے شاعر حسان بن ثابت نے نہایت عمدہ قصیدہ لکھا اور اس واقعہ کو پورا نظم کیا ہے اس واقعہ سے دوستوں کی خوشی کی کوئی حد نہ تھی اور دشمن اگرچہ ظاہر میں خوش تھے مگر باطن میں زندہ درگور تھے چنانچہ ثعلبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ جب یہ خبر حضرت علیؑ کی خلافت کی تمام شہروں میں پھیلی تو حارث بن نعمان فہری اپنے آپے سے باہر ہو گیا اور اپنے اونٹ پر سوار ہو کے حضرت رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا اے محمدؐ آپ نے کلمہ پڑھنے کا حکم دیا ہم نے مان لیا آپ نے نماز کا حکم دیا ہم نے مان لیا روزہ کا حکم دیا مان لیا اسپر بھی آپ کو صبر نہ آیا اور آپنے اپنے بھائی علیؑ ابن ابیطالب کو ہمارا حکم بنا دیا یہ کام آپ نے اپنے جی سے کیا ہے یا خدا کے حکم سے آپ نے فرمایا خدا کی قسم خدا کے حکم سے یہ سُن کر حارث یہ کہتا ہوا چلا خدایا جو کچھ محمدؐ نے کہا ہے اگر سچ ہے تو مجھپر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی دردناک عذاب نازل کر دے یہ کہکر اپنے اونٹ تک بھی نہ پہونچا تھا کہ ایک پتھر آسمان سے اُسکے سر پر گرا اور توڑ کر پاخانہ کے مقام سے نکل گیا اور وہ مردود فی النار ہوا اُسکے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ الخ

دوسری حدیث منزلت

صحیح ترمذی میں ابی وقاص سے منقول ہے کہ ایکمرتبہ جناب رسالتمآبؐ

ایک لڑائی تبوک میں تشریف لئے جاتے تھے اور مدینہ میں اپنا ولیعہد حضرت علیؑ کو بنایا تھا اسپر کچھ لوگوں نے حضرت علیؑ پر طعنہ زنی شروع کی کہ تم کو عورتوں اور بچوں کا سردار بنا کر رسولؐ اللہ لڑائی پر جاتے ہیں تب حضرت علیؑ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسولؐ اللہ کیا آپ نے مجھے صرف عورتوں اور بچوں کا ولیعہد بنایا ہے اُسوقت آپ نے فرمایا یا عَلِیُّ اَمَا تَرضیٰ اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسیٰ اِلَّا اِنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ اے علیؑ کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے ہو کہ تم کو مجھ سے وہی نسبت حاصل ہو جو ہارون کو موسیٰ سے تھی مگر فرق اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور یہ حدیث بھی متواتر ہے اور تمام شیعہ سُنی کی کتابوں میں موجود ہے۔

تیسری حدیث

ابن مردویہ جو اہل سنت کے بہت بڑے مستند عالم ہیں لکھتے ہیں حضرت کے غلام سالم سے منقول ہے کُنْتُ مَعَ عَلِیٍّ فِی الْاَرْضِ نَحْرُثُھَا حَتّٰی جَاءَ اَبُوْبَکْرٍ وَّ عُمَرُ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ فَقِیْلَ کُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ فِیْ حَیٰوۃِ النَّبِیِّ فَقَالَ عُمَرُ ھُوَ اَمَرَنَا کہ میں جناب امیر کے ساتھ اُنکی زمین میں تھا اور وہ اُسکی کاشتکاری کر رہے تھے کہ ابوبکر و عمر اُن سے ملنے کو آئے اور اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کہکر سنت اسلام ادا کی کسی نے اُن سے پوچھا کہ آپ جناب رسولخداؐ کی زندگی میں بھی اسی طرح کہا کرتے تھے۔ حضرت عمر نے جواب دیا کہ حضرت رسول ہی نے تو ہم لوگوں کو یہ حکم دیا تھا۔

چوتھی حدیث

ابن مردویہ حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسولخداؐ ابوسفیان کی بیٹی

اُمّ حبیبہ کے گھر میں رونق افروز تھے کہ اُمّ حبیبہ سے فرمایا اے ام حبیبہ تھوڑی دیر کے لئے مجھ سے علیحدہ رہو کیونکہ مجھے ایک ضروری کام درپیش ہے پھر آپ نے وضو کو پانی مانگا اور اچھی طرح وضو کیا اُسکے بعد فرمایا اِنَّ اَوَّلَ مَنۡ یَدۡخُلُ ھٰذَا الۡبَابَ کَانَ اَمِیۡرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَسَیِّدَ الۡعَرَبِ خَیۡرَ الۡوَصِیِّیۡنَ وَاَوۡلیٰ النَّاسِ بِالنَّاسِ کہ سب پہلے جو شخص اس دروازے سے داخل ہوگا وہ تمام ایمانداروں کا۔ امیر عرب کا سردار تمام اوصیا سے بہتر۔ اور سب لوگوں کا حاکم و مالک ہوگا انس کہتے ہیں میں دعا کرنے لگا کہ یا اللہ جسکے بارے میں رسول اللہؐ نے فرمایا ہے وہ انصار سے ہو ناگاہ علیؑ ابن ابی طالب دروازے سے داخل ہوئے۔

پانچویں حدیث

صحیح ترمذی میں عمران بن حصین سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسالتمآب نے ایک لشکر روانہ فرمایا اور اُس لشکر کا سردار و حاکم علیؑ ابن ابیطالب کو بنایا غرض حضرت علیؑ لڑائی پر تشریف لیگئے۔ پھر حضرت علیؑ ایک کنیز کو تصرف میں لائے اور لشکر والوں کو یہ بات بُری معلوم ہوئی غرض اصحاب رسول میں سے چار آدمیوں نے باہم عہد کیا کہ ہم جناب رسالتمآبؐ سے ملاقات کرینگے تو حضرت علیؑ نے جو کچھ کیا ہے اسکی شکایت کرینگے اور مسلمانوں کا قاعدہ تھا جب کسی سفر سے واپس آتے تھے تو سب سے پہلے حضرت رسول سے ملنے آتے تھے اور سلام کر کے واپس جاتے تھے غرض جب لشکر مدینہ میں واپس آیا اور سب لوگ آپ کے سلام کے واسطے حاضر ہوئے تو اُن چاروں میں سے ایک شخص اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ آپ علیؑ ابن ابیطالب کی حالت ملاحظہ نہیں فرماتے کہ انھوں نے ایسا ایسا کیا یہ سنکر آپ نے منھ پھیر لیا۔ پھر دوسرا شخص اُٹھا اور وہ بھی مثل پہلے کے کہہ گزرا آپ نے اُس سے بھی اپنا منھ پھیر لیا تیسرا بھی (بیحیائی) سے اُٹھ کھڑا ہوا اور جو اُن دونوں نے کہا تھا کہہ گیا اُس سے بھی آپ نے اپنا منھ پھیر لیا پھر چوتھے سے نہ رہا گیا اور ہمت کر کے

اُٹھ کھڑا ہوا اور جو تینوں حضرات نے کہا تھا یہ بھی کہہ ہی گیا اُسوقت حضرت رسولؐ نے اُن لوگوں کی طرف رُخ کیا اور آپ کے چہرے سے غیظ و غضب کے آثار نمایاں تھے اور فرمایا مَا تُرِیْدُوْنَ مِنْ عَلِیٍّ مَا تُرِیْدُوْنَ مِنْ عَلِیٍّ مَا تُرِیْدُوْنَ مِنْ عَلِیٍّ اِنَّ عَلِیًّا مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْہُ وَ ھُوَ وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ بَعْدِیْ۔ تم لوگ آخر کیا چاہتے ہو علیؑ سے کیا چاہتے ہو علیؑ سے کیا چاہتے ہو علیؑ سے بیشک علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں اور وہ ہر مومن کا میرے بعد مالک و حاکم ہے۔

باقی ائمہ کی خلافت کا ثبوت

پہلی دلیل۔ حضرت رسولؐ نے حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ بنایا اور آپ نے اپنا خلیفہ امام حسنؑ کو اور آپ نے امام حسینؑ کو اور آپ نے امام علی بن الحسینؑ زین العابدین کو اور آپ نے محمد بن علی امام محمد باقرؑ کو اور آپ نے جعفر بن محمدؑ امام صادق کو اور آپ نے موسیٰ بن جعفر امام کاظمؑ کو اور آپ نے علی بن موسیٰ رضاؑ کو اور آپ نے محمد بن علی امام تقیؑ کو اور آپ نے علی بن محمد امام نقیؑ کو اور آپ نے امام حسن بن علی عسکریؑ کو اور آپ نے امام عصر محمد بن الحسن حجت خدا حضرت مہدیؑ آخر الزمان کو یکے بعد دیگرے ہر امام نے اپنی حیات میں اپنا قائم مقام کر دیا۔

دوسری دلیل۔ صحیح بخاری اور مسلم میں جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے اور وہ سب قریش سے ہونگے دوسری حدیث میں ہے کہ جب تک میرے بعد میرے بارہ خلیفہ اُنکے حاکم و والی ہونگے دُنیا برابر قائم رہے گی۔

تیسری دلیل۔ یہ متفق علیہ حدیث ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں گراں قدر چھوڑے جاتا ہوں جب تک ان کا دامن تھامے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے ایک قرآن دوسرے میرے اہلبیت اور یہ دونوں ہرگز ایک

وہ میرے سے جدا نہونگے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں گے اور یہ ظاہر ہے کہ قرآن موجود ہے اور اُنکے اہلبیت میں سوائے حضرت حجۃ امام آخرالزماں کے کوئی دوسرا موجود نہیں ہے پھر اگر حضرت کو امام زمانہ نہ مانیں تو حضرت رسولؐ کی حدیث معاذاللہ جھوٹی ہوئی جاتی ہے اور اس سے ثابت ہوا کہ بعد حضرت رسولؐ کے قیامت تک کوئی زمانہ خلیفہ رسولؐ سے خالی نہیں رہ سکتا۔

چوتھی دلیل - علامہ ابن ابی الحدید نے اور امام احمد بن حنبل نے لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا ہے جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اُسکی زندگی میری سی زندگی اور اُسکا مرنا میرا سا مرنا ہو اور بہشت عدن میں میرا ساتھی ہو وہ میرے بعد علیؑ بن ابیطالب کی ولایت کا اعتقاد رکھے اور ائمہ اور میرے اوصیا کی پیروی کرے جو اُسکے فرزند ہیں اور میری عترت ہیں اور میری طینت سے پیدا ہوئے ہیں اور میرا علم و فہم خدا نے اُنھیں عطا کیا ہے اور وائے ہو میری اُمت کے اُن لوگوں پر جو اُن کو جھٹلائیں اور میرے اُنکے درمیان میں جُدائی سمجھیں اور اُنکے بارے میں میرے حق کا لحاظ نہ کریں خدا میری شفاعت پر اُن کو فائز نہ کرے۔

پانچویں دلیل - علامہ زمخشری نے روایت کی ہے کہ حضرت رسول نے فرمایا کہ فاطمہؑ میرے کلیجہ کی ٹھنڈک اور میری جان ہے اور اُسکے دونوں بیٹے حسنینؑ میرے دل کے میوہ ہیں اور اُسکا شوہر علیؑ میری آنکھوں کا نور ہے اور اُنکی اولاد سے جو ائمہ ہیں وہ پروردگار عالم کے امین اور خدا اور اُسکے مخلوقات کے درمیان کھینچی ہوئی رسی ہیں جو اُنکی پیروی کرے گا نجات پائے گا اور جو اُن سے خلاف چلا یا جدا ہوا وہ واصل جہنم ہوگا۔

تنبیہ - ان دلیلوں کے علاوہ ان ائمہ کی امامت و خلافت پر یہ بہت واضح دلیل ہے کہ یہ سب حضرات اپنے اپنے وقت میں ساری دنیا سے تمام صفات کمال علم و فضل سخاوت شجاعت وغیرہ وغیرہ میں افضل و اعلیٰ و برتر تھے ابتداے عمر سے

وفات تک کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ ہر امام نے مختلف موقعوں پر اپنی اپنی امامت کے ثبوت میں سیکڑوں ہزاروں معجزات ظاہر کئے اور ان سب باتوں کا مخالف موافق ہر شخص قائل و مقر ہے دیکھو صواعق محرقہ فصول مہمہ وغیرہ۔

حضرت امام آخر الزماں کی امامت کی دلیلیں

تمہید۔ سابق بیان سے یہ اچھی طرح ظاہر ہو چکا ہے کہ قیامت تک کوئی زمانہ امام سے خالی نہیں رہ سکتا جب تک دنیا باقی ہے اسوقت تک کسی نہ کسی جانشین رسول کا دنیا میں رہنا ضروری ہے اور بغیر اسکے دنیا قائم نہیں رہ سکتی اور اسکے ثبوت میں بہت سی آیتیں بکثرت حدیثیں سُنّی اور شیعہ کی کتابوں میں موجود ہیں کہ حضرت رسول ؐ کے نائب اور جانشین ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ میں پیدا ہو چکے اور سیکڑوں معجزات بھی اُن سے ظاہر ہوئے اور ایک عرصہ تک لوگوں کے سامنے موجود بھی رہے اور اپنے فرائض انجام دیتے رہے اسکے بعد خدا کے حکم اور اُسکی مصلحت سے تمام لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے اور ابھی تک زندہ ہیں اور ہدایت وارشاد کرتے ہیں جسوقت حکم خدا ہوگا ظاہر ہونگے۔

پہلی دلیل۔ خداوند عالم اٹھارھویں پارہ سورۂ نور میں فرماتا ہے وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (اے ایماندارو) تم میں سے جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کئے اُن سے خدا نے وعدہ کیا ہے کہ اُنکو (ایک نہ ایک دن) روئے زمین پر ضرور اپنا نائب مقرر کرے گا جسطرح اُن سے پہلے والوں کو نائب بنا چکا اور جس دین کو اس نے اُنکے لئے پسند فرمایا ہے (اسلام

اسپر اُنھیں ضرور یقینی پوری قدرت دیگا اور اُنکے خائف ہونے کے بعد اُنکے ہراس کو امن سے ضرور بدل دے گا کہ وہ لوگ (سب کے سب) میری عبادت کرینگے اور کسی کو ہمارا شریک نہ بنائینگے اور جو شخص اسکی ذرا بھی ناشکری کرے تو ایسے ہی لوگ بدکار ہیں یہ آیت بہت واضح طور پر دلالت کرتی ہے کہ ایک زمانہ ایسا ضرور آنے والا ہے جس میں خدا اپنے نائب کو ظاہر کرے گا اور اپنے پسندیدہ دین پر کامل قدرت عطا کرے گا۔ کہ ساری دنیا صرف اُسی کی عبادت کرے اور کوئی مشرک نہ ہو کیونکہ ابتدائے اسلام سے اُسوقت تک ہرگز کوئی ایسا زمانہ گزرا ہی نہیں اور خدا کے وعدے جھوٹے نہیں ہو سکتے پھر وہ زمانہ سوائے جناب امام عصر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دوسرا ہو ہی نہیں سکتا۔

دوسری دلیل۔ قول خداوند عالم یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ (اے ایماندارو خدا کی اطاعت کرو) یہ ظاہر ہے کہ یہ حکم خداوند عالم کا کسی خاص زمانہ یا وقت یا خاص کسی شخص کے واسطے نہیں بلکہ ہر شخص اور ہر وقت کے واسطے قیامت تک کے لئے ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اطاعت بھی عام ہے امور دنیا و دین کی تخصیص نہیں ہے بلکہ عام اطاعت اب دیکھنا یہ ہے کہ صاحب حکومت سے مراد کون شخص ہے اگر دنیا کے بادشاہوں سے ہے تو مذہب اسلام کا کوئی ٹھکانا نہ رہے گا کیونکہ کہیں نصاریٰ بادشاہ ہیں کہیں بودھ مذہب والے کہیں کفار کہیں سنی کہیں شیعہ پھر اگر مسلمان اطاعت کریں تو کس کی اس سے معلوم ہوا کہ ہر زمانہ میں ایک شخص جو رسول کا سچا جانشین اور خلیفہ ہو زمین پر موجود رہے اور اسکی اطاعت ہر شخص پر فرض ہو ورنہ معاذ اللہ خدا کا حکم لغو اور بیکار ہو جائے گا۔

تیسری دلیل۔ حدیث رسول جس سے شیعہ سنی کوئی انکار نہیں کرتا اور ہر شخص اسکو مانتا اور صحیح سمجھتا ہے مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِهٖ مَاتَ مِیْتَةً

اَلجَاهِلِیَّۃِ (جو شخص اپنے زمانہ کے امام کی معرفت حاصل کئے بغیر مر جائے وہ کفر کی موت مرتا ہے) اس سے بھی واضح ہوا کہ جناب مہدی آخر الزماں موجود اور زندہ نہیں ہیں تو اس زمانہ میں کس امام کی معرفت حاصل کرنے کا رسالتمآب ؐ نے حکم دیا پس اگر بفرض محال مان لیا جائے کہ حضرت امام عصر ؑ ابھی پیدا نہیں ہوئے اور آئندہ پیدا ہونگے تو معاذ اللہ یا رسول کی حدیث جھوٹی ہے یا جتنے لوگ اسوقت مرتے ہیں وہ کافر مرتے ہیں کوئی بھی باایمان دُنیا سے نہیں جاتا۔

چوتھی دلیل۔ حافظ ابو نعیم نے صحاح سے منتخب کر کے چالیس حدیثیں حضرت امام عصر ؑ کے حالات میں لکھی ہیں منجملہ اُنکے ایک یہ بھی ہے علی بن ہلال نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ میں اس وقت حضرت رسول کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حضرت کی وفات کا وقت قریب آگیا تھا اور جناب فاطمہ زہرا ؑ حضرت کے سرھانے بیٹھی رو رہی تھیں جب جناب سیدہ ؑ کے رونے کی آواز بلند ہوئی تو حضرت نے اپنا سر اُٹھایا اور مخاطب ہو کے فرمایا کہ اے میری پیاری تم کیوں روتی ہو جناب سیدہ ؑ نے عرض کی میں ڈرتی ہوں کہ آپ کے بعد آپ کی اُمت مجھے برباد کر دے گی اور میرا لحاظ نہ کرے گی آپنے فرمایا اے میری پیاری کیا تم جانتی ہو کہ جب خدا نے زمین پر نظر کی تو تمام اہل زمین سے تیرے باپ کو منتخب کیا اور مجھے اپنی رسالت کے درجہ پر فائز کیا پھر جب دوبارہ نظر کی تو تیرے شوہر کو برگزیدہ کیا اور میرے پاس وحی بھیجی کہ میں تیرا نکاح اُسکے ساتھ کر دوں۔ اے فاطمہ ؑ خدا نے مجھکو وہ سات خصوصیتیں عطا کی ہیں کہ مجھ سے پہلے نہ کسی کو دیں اور نہ آئندہ دے گا میں ہوں خاتم انبیاؑ اور خدا کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ اور سب سے زیادہ پیارا اور میں ہوں تیرا باپ اور میرا وصی علیؑ بن ابی طالب خدا کے تمام اوصیا سے بہتر اور سب سے زیادہ پیارا ہے اور میرا شہیدؑ تمام شہیدوں سے بہتر اور سب سے زیادہ پیارا ہے اور وہ تیرے باپ اور شوہر کا چچا حمزہ ہے اور وہ شخص

جسے خدا نے دو پر عطا کئے ہیں اور بہت سے فرشتوں کے ساتھ جہاں چاہے اڑتا ہے ہم میں سے ہے وہ تیرے باپ کا چچا زاد بھائی اور تیرے شوہر کا حقیقی بھائی جعفر ہے اور اس اُمت کے سبطین ہم ہی میں سے ہیں وہ تیرے دونوں بیٹے حسنؑ حسینؑ ہیں اور یہ دونوں بہشت کے جوانوں کے سردار ہیں اور خدا کی قسم ان دونوں کا باپ ان سے افضل ہے اور اُس خدا کی قسم جس نے مجھے سچا نبی بنایا۔ اُنھیں دونوں کی اولاد سے اس امت کا مہدیؑ پیدا ہوگا اور اُسوقت ظاہر ہوگا جب دُنیا حرج مرج سے بھر جائے گی ہر جگہ فتنہ و فساد پھیلا ہوگا (ہدایت کی) راہیں بند ہونگی لوگ ایک دوسرے کو لوٹتے ہونگے نہ کوئی بڈھا بچے پر رحم کرے گا نہ بچے بوڑھوں کی تعظیم کرینگے اُسوقت خدا اُنکے فرزندوں سے اُس شخص کو اُٹھائے گا۔ جو گمراہی کے قلعوں کو فتح کرے گا جو دل خدا سے غافل ہو رہے ہوں گے اُن پر قبضہ کرے گا اور آخر زمانہ میں خدا کے دین کو قائم کرے گا جس طرح سے میں نے قائم کیا اور جس طرح سے زمین ظلم و جور سے بھری ہوئی تھی عدل و انصاف سے بھر دیگا اے فاطمہؑ تم رنجیدہ نہو میرے بہ نسبت خدا تم پر زیادہ رحیم اور مہربان ہے اس مرتبہ کی وجہ سے جو تیرا میرے نزدیک ہے اور اُس محبت کی وجہ سے جو تیری میرے دل میں ہے اور خدا نے تیرا شوہر اُس شخص کو بنایا ہے جس کا نسب تمام دنیا کے لوگوں سے زیادہ بزرگ اور جس کا عہدہ سب سے برتر جو رعایا کے ساتھ سب سے زیادہ رحیم اور برابر تقسیم کرنے میں سب سے زیادہ عادل اور احکام خدا کا سب سے زیادہ عالم ہے اور میں نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی ہے کہ میرے اہلبیت میں سب سے پہلے تو ہی مجھ سے ملے۔

پانچویں دلیل۔ علامہ صدوق محمد ابن بابویہ نے احمد بن اسحٰق سے روایت کی ہے کہ میں ایک روز حضرت امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور چاہا کہ حضرت سے پوچھوں آپ کے بعد کون امام ہوگا۔ کہ آپ نے خود فرمایا۔ اے احمد

جب سے خدا نے آدم کو پیدا کیا اب تک کبھی زمین کو اپنی حجت سے خالی نہیں رکھا اور نہ قیامت تک خالی رکھے گا ہمیشہ خلق خدا پر کوئی نہ کوئی اسکی طرف سے حجت ہوگا جس کی برکت سے اہل زمین کی بلاؤں کو دفع کرکے آسمان سے پانی برسائے زمین سے دانے اُگائے میں نے عرض کی یا بن رسول اللہ آپکے بعد خلیفہ اور امام کون ہوگا یہ سنتے ہی حضرت اُٹھے اور گھر میں تشریف لے گئے اور پھر اس صورت سے برآمد ہوئے کہ ایک تین برس کا لڑکا جس کا چہرہ گویا چودھویں رات کا چاند تھا آپ کے کندھے پر تھا اور فرمایا اے احمد یہ لڑکا میرے بعد امام ہوگا اور اگر تو خدا اور اُس کی حجتوں کے نزدیک محترم نہوتا تو میں تجھے اس لڑکے کو نہ دکھاتا اس فرزند کا نام اور کنیت وہی ہے جو حضرت رسولؐ کا تھا اور جب زمین ظلم و جور سے بھر جائیگی تب یہ عدل و انصاف سے بھر دیگا اے احمد اس فرزند کی مثال خضر اور ذوالقرنین کی ہے خدا کی قسم اتنی طولانی غیبت اختیار کریگا کہ اُس غیبت میں ہلاکت اور گمراہی سے بس وہی شخص نجات پائے گا جس کو خدا ثابت قدم رکھے جو اسکی امامت کا قائل ہو۔ جو اُسکے ظہور کے تعجیل کی دعا کرے اور جسکو خدا توفیق دے میں نے عرض کی یا حضرت کیا اسوقت کچھ معجزات یا علامتیں ان سے ظاہر ہوسکتی ہیں جس سے میرا دل مطمئن ہو یہ سُنتے ہی وہ لڑکا خود نہایت فصیح عربی زبان میں بولا کہ بقیہ خدا اور اُسکے دشمنوں سے انتقام لینے والا زمین میں ہوں۔ دیکھو خبردار اب دیکھنے کے بعد کسی سے اُنکی تجسس نہ کرنا احمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ میں خوش و خرم وہاں سے باہر آیا اور دوسرے دن پھر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا بن رسول اللہ جو نعمت آپ نے مجھے عطا کی اُس سے تو میرا جی بہت خوش ہوا مگر یہ تو فرمایئے کہ حضرت ذوالقرنین کی ان میں کون سی بات ہوگی حضرت نے فرمایا اے احمد وہ بات طولانی غیبت ہے میں نے عرض کی یا حضرت کیا انکی غیبت کو بہت طول ہوگا حضرت نے فرمایا ہاں خدا کی قسم ان کی غیبت میں اسقدر طول ہوگا کہ اکثر لوگ دین سے پھر جائینگے اور ان کی امامت کے قائل نہ ہوں گے

اور سچے دین پر بس وہی لوگ باقی رہیں گے جن سے خدا نے روز میثاق ہماری ولایت کا عہد و پیمان لیا تھا اور جن کے ایمان کو قلم قدرت سے لکھدیا تھا اور ایمان کی روح سے اُسکی تائید کی ہو آے احمدیہ خدا کا ایک عجیب امر ہے اور اُسکا پنہاں راز ہے اور خلائی غیبت سے غرض جو کچھ میں نے تمہیں عطا کیا ہے اُسے لو اور پوشیدہ رکھو اور خدا کا شکر کرو تا کہ قیامت میں تم ہمارے رفیق بنو۔

تنبیہ

اس قسم کی حدیثیں جن سے امام آخرالزماں ع کا موجود اور زندہ ہونا بخوبی ثابت ہوتا ہے اہلسنت کی کتابوں میں بھی دیکھو ترمذی سنن ابوداؤد وغیرہ۔ مگر باوجود اسکے حضرات اہلسنت اسکے قائل نہیں ہیں بلکہ اسپر طعنہ زن ہوتے اور مختلف قسم کے اعتراضات کرتے ہیں:

پہلا اعتراض

کبھی تو اسپر اعتراض کرتے ہیں کہ ایک آدمی کی اتنی طولانی عمر کیونکر ہو سکتی ہے۔

جواب

مگر یہ نہیں خیال کرتے کہ اگر اسپر تعجب ہے تو حضرت خضر ع حضرت الیاس ع کے دُنیا میں حضرت ادریس ع حضرت عیسیٰ ع کے آسمان پر زندہ اور آجتک موجود رہنے کے کیونکر قائل ہو اُنکی عمریں تو حضرت امام آخرالزماں ع کی نسبت بہت زیادہ طولانی ہیں اُنکو بھی چھوڑدو شیطان اور دجال کے زندہ رہنے کے تو قائل ہو یا اس سے انکار ہے تو قرآن کھولو اور غور سے دیکھو پھر افسوس کہ ایک اپنے اور خدا کے دشمن کے طولانی حیات پر تعجب نہ ہو اور ہو تو ایک ولی خدا اپنے مالک و حاکم کی عمر پر افسوس۔

دوسرا اعتراض

کبھی اسپر اعتراض کرتے ہیں کہ اگر زندہ ہیں تو غائب کیوں ہیں۔

جواب

مگر یہ نہیں سمجھتے کہ خدا یا رسول یا امام کے ہر کام کی مصلحت ہماری سمجھ میں آنا کیا ضرور ہے اگر ضرور ہے تو پھر بتاؤ کہ حضرت رسولؐ شعب ابی طالب میں ایک عرصہ تک کیوں چھپے رہے جب ہجرت کی تو غار میں کیوں جا چھپے حضرت خضرؑ و الیاسؑ ہماری نظروں سے کیوں غائب ہیں۔

تیسرا اعتراض

کبھی یہ خیال ہے کہ اگر زندہ ہیں تو اُن کی زندگی کا فائدہ ہی کیا ہے۔

جواب

مگر یہ نہیں خیال کرتے کہ اُنھیں کے قدم کی برکت سے زمین قائم ہے پانی برستا ہے دانا اُگتا ہے بلائیں ہم سے دور ہیں باوجود گناہ فسق اور فجور کی کثرت کے ہم پر عذاب نازل نہیں ہوتا اتنا بھی نہیں سوچتے کہ خداوند عالم نے قرآن میں عذاب نازل نہونے کا دو ہی سبب قرار دیا ہے یا رسول اللہ کا موجود ہونا یا اُن کا استغفار کرنا اور اب نہ تو حضرت رسول ہی موجود ہیں نہ استغفار کرتے ہیں پھر عذاب کیوں نہیں آتا اسکی وجہ یہ ہے کہ چونکہ رسول کا قائم مقام اُن کی نشانی اُن کی یادگار اُن کا ہمنام اُن کا جانشین موجود ہے اس وجہ سے خدا رحم کرتا ہے۔

رجعت

قرآن مجید کی چند آیتیں اور معصومینؑ کی بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے اور اس کا ہر ایماندار کو اعتقاد رکھنا بھی ضروری ہے کہ قیامت کے پہلے ایک زمانہ وہ ہوگا کہ حضرت امام آخرالزماں ظاہر ہوں گے اور اُسوقت بہت سے لوگ جو اعلیٰ درجہ کے نیک ہیں اور بہتیرے جو حد درجہ کے بد ہیں زندہ کیے جائینگے خدا کے نیک بندے تو اسلیے زندہ کیے جائینگے کہ وہ اپنے امام کی دولت و سطوت دیکھکر خوش ہوں اور اپنے نیک کاموں کا کچھ تھوڑا سا ثواب دنیا میں بھی دیکھ لیں

اور بدکار لوگ اسلئے زندہ کئے جائینگے کہ قیامت کے قبل اپنے کرتوتوں کی سزا کچھ دنیا میں بھی بھگت لیں اُسیوقت حضرت عیسٰیؑ بھی آسمان سے اُترینگے اور حضرت کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور ساری دُنیا میں خدا کا ایک دین ہوگا جزیہ کا حکم موقوف منکر اسلام یا قتل پر مجبور کئے جائینگے یا ایمان لائینگے جب حضرت امام عصرؑ کی وفات ہوجائیگی تو ہر معصوم حضرت رسول سے لے کر امام حسن عسکری تک دوبارہ دنیا میں تشریف لائینگے اور بہت طولانی سلطنتیں کرینگے اور جتنے سچے ایماندار اور پکے کٹے بدکار جس زمانہ میں تھے وہ سب اُسوقت زندہ کئے جائینگے اگرچہ اور معصومین کی رجعت میں تواتر نہیں ہے۔ مگر حضرت رسولؐ جناب امیرؑ امام حسینؑ کی رجعت اور سلطنت میں تو کسی طرح کا شک نہیں ہے بلکہ اور معصومین کی رجعت کا بھی اعتقاد رکھنا چاہیئے۔

پہلی دلیل ۔ خداوند عالم کا قول یَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ فَوْجًا مِّمَّنْ یُّکَذِّبُ بِاٰیٰتِنَا (اُس دن کو یاد کرو جب ہم ہر ایک گروہ میں سے ایسے لوگوں کو جو ہماری نشانیوں کو جھٹلاتے ہیں اُن کی قبروں سے اُٹھا کھڑا کرینگے۔ اس آیت سے صاف رجعت کا ثبوت ہوتا ہے کیونکہ قیامت میں تو خدا سب کے سب کو زندہ کرے گا اور اس میں صرف کچھ لوگوں کو۔ چنانچہ قیامت کے بارے میں خود دوسری جگہ فرماتا ہے وَحَشَرْنٰھُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْھُمْ اَحَدًا ہم ان سب کو میدان حشر میں لائینگے اور اُن میں سے ایک کو بھی زندہ کئے بغیر نہ چھوڑینگے اور پہلی آیت میں خدا کی نشانیوں سے مراد حضرات معصومین ہیں۔

دوسری دلیل ۔ جناب باری کا قول وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْھِمْ اَخْرَجْنَا لَھُمْ دَآبَّۃً مِّنَ الْاَرْضِ تُکَلِّمُھُمْ اَنَّ النَّاسَ کَانُوْا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ (قیامت کے قریب) جب انپر عذاب نازل ہوگا تو ہم انکے لئے ایک دابہ (زمین پر چلنے والا) زمین سے باہر نکالیں گے جو ان لوگوں سے باتیں کرے گا کہ بیشک لوگ ہماری (خدا کی) نشانیوں کا یقین نہ رکھتے تھے سُنیوں کی بہت سی کتابوں سے ثابت ہے کہ دابہ سے مراد حضرت

امیرؑ ہیں تفسیر کشاف میں ہے کہ وہ دابہ کوہ صفا سے باہر نکلے گا اور اُسکے پاس حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی اور حضرت موسیٰؑ کا عصا ہوگا اور وہ عصا کو مومن کی پیشانی پر لگائے گا اور اُس سے ایک ایسا روشن نقطہ پیدا ہو جائے گا جس سے اُس مومن کا تمام چہرہ ستارے کی طرح چمکنے لگے گا۔ اور انگوٹھی کو کافر کی پیشانی پر لگائے گا جس سے اُسکا تمام چہرہ سیاہ ہوجائیگا اور خود حضرت امیرؑ نے مکرر اپنے خطبوں میں ارشاد فرمایا ہے کہ میں ہوں دابۃ الارض عصا اور انگوٹھی کا مالک۔ غرض اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ قیامت کے پہلے رجعت کا ہونا ضروری ہے۔

تیسری دلیل ۔جب شیطان خدا کی درگاہ سے راندہ گیا اور خدا سے عرض کی خداوندا مجھے قیامت تک مہلت دے تو خدا نے اُسکے جواب میں ہاں یا اچھا نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ میں نے تجھے ایک وقت تک کی مہلت دی اور اُسوقت معین سے مراد رجعت ہے اور اُسی وقت تک کی اُسکو مہلت دی گئی ہے چنانچہ بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے کہ جب وہ دن آئے گا تو شیطان اپنے تابعین کے ساتھ نکلے گا اور جناب امیرؑ بھی اپنے اصحاب خاص کے ساتھ رجعت فرمائینگے اور دونوں لشکروں میں فرات کے کنارے کوفہ کے قریب ایسی سخت لڑائی ہوگی کہ ایسی سخت لڑائی کبھی کہیں ہوئی ہی نہ تھی یہانتک کہ حضرت کے لشکر کے پاؤں سو قدم پیچھے ہٹنے لگینگے یہاں تک کہ بعض اپنے پاؤں فرات میں ڈال دیں گے اتنے میں آسمان سے ایک ابر کا ٹکڑا جس میں فرشتے بھرے ہوں گے نازل ہوگا اور حضرت رسولؐ کے ہاتھ میں ایک حربہ ہوگا اور اُس ابر کے سامنے کھڑے ہونگے جوں ہی شیطان کی نظر حضرت پر پڑے گی تو پچھلے پاؤں بھاگے گا اُسوقت اُسکے ساتھی کہیں گے کہ اب تو ہماری فتح ہوچکی اب کہاں بھاگا جاتا ہے شیطان کہے گا جو میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے اور مجھے تو اب خدا سے خوف معلوم ہو رہا ہے۔ غرض حضرت رسولؐ اُس تک پہونچکر اُسکے دونوں شانوں کے درمیان ایسا وار کرینگے کہ وہ اور اُسکے ساتھی سب ہلاک ہوجائیں گے اُسکے بعد پھر تو سب کے

سب خدا ہی کی پرستش کریں گے اور اُسکا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اُسیوقت ہرے بھرے دو باغ مسجد کوفہ کے دونوں جانب ظاہر ہونگے اور مومنین اُن سے نفع اُٹھائینگے جنکے بارے میں خدا سورۂ رحمان میں ارشاد فرماتا ہے مُدْهَامَّتَان۔

چوتھی دلیل خداوند عالم سورۂ مومنون میں ارشاد فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ قَالُوْا رَبَّنَا اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ۔ (اسمیں شک نہیں کہ جن لوگوں نے کفر اختیار کیا (قیامت کے دن) اُن سے بآواز بلند کہدیا جائے گا کہ جیسا تم (آج) اپنی جان سے بیزار ہو اُس سے کہیں بڑھ کر خدا تم سے بیزار ہے کہ جب تم ایمان کی طرف بلائے جاتے تھے تو تم نہیں مانتے تھے۔ وہ لوگ عرض کرینگے اے ہمارے پروردگار ہم کو تو تو دو بار زندہ اور دو بار مردہ کر چکا تو ہم اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں پھر اب یہاں سے نکلنے کی بھی کوئی صورت ہے یہ آیت تصریحاً رجعت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اگر بفرض محال رجعت نہو تو پھر دو مرتبہ زندہ کرنا اور دو مرتبہ مارنا کیسا؟

معاد (قیامت)

معاد کے لغوی معنی اگرچہ تین ہیں۔ پھرنا پھرنے کی جگہ پھرنے کا زمانہ مگر اس مقام پر روح کا حیات کے ساتھ اچھے بُرے اعمال کی جزا سزا پانے کے واسطے دوبارہ لوٹنا مراد ہے معاد کی دو قسمیں ہیں۔ روحانی جسمانی۔ روحانی کے معنی یہ ہیں کہ روح کا بدن سے جدا ہو جانے کے بعد اگر اچھے کام کئے ہیں تو خوش و مسرور ہونا اور اگر بُرے کام کئے ہیں تو رنجیدہ ہونا اور اکثر حکما معاد کو اسی معنی میں لیتے ہیں اور بہشت و دوزخ کی تاویل اسی خوشی و رنج سے کرتے ہیں۔ معاد جسمانی یہ ہے کہ بدن جس سے ہم نے اچھے بُرے کام کئے ہیں دوبارہ اُس میں روح ڈالی جائے گی اور اسی بدن میں جزا و سزا

بھگتنی ہوگی اگر اچھے کام کئے تو ایسی بہشت کی نعمتوں سے عیش و آرام اُٹھائیں گے جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا ہے نہ کانوں نے سنا ہے اگر بُرے کام کئے ہیں تو جہنم کی سخت سے سخت سزاؤں میں جنکے سننے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں مبتلا ہونگے اور اسپر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کوئی شخص اسکا منکر نہیں حتیٰ کہ یہود و نصاریٰ بھی اسکے قائل ہیں مگر چند حکما اسکے خلاف ہیں۔

اعتراض

جب یہ بدن مرنے کے بعد جلا کر راکھ یا سڑگل کر خاک ہو جائے گا تو پھر اُسکا دوبارہ پیدا ہونا کیسے ممکن ہے اسکو عقل نہیں مانتی۔

جواب

مجھے اس عقل پر نہایت تعجب ہے ہم کچھ نہ تھے اور اس میں اتنی قدرت تھی کہ اُس نے ہمیں پیدا کر دیا تو اب ہماری خاک ہی سہی راکھ ہی سہی مگر کچھ تو ہے پھر وہ کہیں اُڑا دی جائے اور برباد کر دی جائے مگر کہیں تو ہے اُس سے بدن کا دوبارہ بنا دینا کیا دشوار ہو سکتا ہے اگرچہ اسمیں مختلف اقسام کے شبہے پیدا کئے جاتے ہیں۔ مگر ذرا غور سے سب دفع ہو جاتے ہیں۔

برزخ

مرنے کے بعد سے قیامت تک کے زمانہ کا نام برزخ ہے جب آدمی مرجاتا ہے اُسکو زمین یا دریا یا کہیں اور دفن کر چکنے کے بعد دو فرشتے جنکا نام منکر و نکیر ہے آتے ہیں اور سکر سے اوپر زندہ کر کے بٹھاتے ہیں اور اُسکے اعتقادات سے سوال کرتے ہیں جس شخص نے جیسا جواب دیا اُسکے موافق اُسکو راحت و نعمت یا عذاب و شدت میں قیامت تک بسر کرنا ہوگا اور اُسوقت اپنے اعمال و اعتقاد کے سوا کوئی کسی کا شفیع نہ ہوگا اسی وجہ سے امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ میں تم سے اگر ڈرتا ہوں تو برزخ کے زمانہ سے کیونکہ قیامت میں تو میں شفاعت کروں گا۔ اسپر تمام علماء اسلام کا اتفاق

ہے بعض روایت میں ہے کہ جو شخص معراج اور سوال قبر اور شفاعت کا منکر ہو وہ ہمارا شیعہ نہیں انبیا۔ ائمہ۔ لڑکے۔ دیوانے اور مستضعفین سے سوال قبر نہ ہوگا۔ جن لوگوں سے سوال قبر ہوگا اُنھیں لوگوں کے لئے فشار قبر بھی ہے مگر کامل مومنین اس سے مستثنیٰ ہیں جو شخص مومن جمعہ کے دن یا رات کو مرتا ہے وہ بھی فشار قبر سے محفوظ رہتا ہے انھیں امور کی طرف اشارہ کر کے خداوند عالم فرماتا ہے وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ (اُنکے پیچھے ہی پیچھے قیامت کے دن تک برزخ ہے) اس میں شک نہیں کہ یہ سب باتیں سوال و فشار وغیرہ اسی اصلی بدن کے ساتھ ہوتی ہیں اور اُسکے بعد روح اُس سے جدا ہو جاتی ہے اور بدن رفتہ رفتہ گر کے فنا ہو جاتا ہے اور روح باقی رہتی ہے مگر اسمیں اختلاف ہے کہ اُسکے بعد روح آیا خود مجسم ہو جاتی ہے یا کسی دوسرے مثالی بدن میں حرکت کرتی ہے انبیا اور ائمہؑ کی روحیں تین روز کے بعد اُنکے اصلی بدن میں لوٹا دی جاتی ہیں اور یہ حضرات آسمان پر تشریف لیجاتے ہیں اور جس مقام پر چاہیں خدا کی مرضی کے موافق آجا سکتے ہیں اسی وجہ سے حضرت رسولؐ نے اکثر انبیا سے آسمان پر ملاقات کی ہو مومنین کی روحیں وادی السلام میں جو نجف اشرف میں ہے نور کے قالبوں میں رہتی ہیں اور باہم ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں اور جب کوئی اُن کی قبروں کی زیارت کو جاتا ہے تو اُنکو خبر ہو جاتی ہے اور وہ زائرین اور بخیر یاد کرنے والوں سے اُنس و محبت رکھتی ہیں اور بحکم خدا اپنے اہل و عیال کے دیکھنے کو آتی ہیں جب انکو نیک کاموں میں مشغول دیکھتی ہیں تو خوش ہوتی ہیں اور شکر خدا بجالاتی ہیں اور جب بدکاری و پریشانی میں دیکھتی ہیں تو محزون و غمگیں ہوتی ہیں اور کافروں کی روحیں وادی برہوت میں جو یمن میں ہے رہتی ہیں اور انواع و اقسام کے عذاب و سختی میں مبتلا رہتی ہیں۔

قیامت کے علامات

۱۔ یاجوج و ماجوج کا جن کا ذکر قرآن میں ہے نکلنا۔

۲۔ دابۃ الارض کا (جس کا ذکر پہلے ہو چکا) نکلنا۔

۳۔ آفتاب کا پچھم طرف سے نکلنا۔

۴۔ ایک دھواں جو سارے عالم کو گھیرے ہو پیدا ہونا حضرت اسرافیل فرشتہ کا ذمئی گر صور لئے ہوئے آنا جو وقت پیدائش سے خدا کے حکم کے منتظر ہیں۔

قیامت اسقدر اچانک آئے گی کہ دو آدمی کپڑا کھولے خرید و فروخت کی باتیں کرتے ہوں اور ابھی نہ تہ کرنے پائے ہونگے کہ قیامت آجائیگی بعض روایات میں ہے کہ حضرت اسرافیل بحکم خدا صور لئے ہوے زمین پر آئینگے اور اس کا ایک سرا جو منھ کے طرف ہوگا ایک گوشہ کا ہوگا اور دوسرا سرا دو گوشوں کا ایک کا رُخ زمین کی طرف ہوگا اور دوسرے کا آسمان کی طرف پہلے زمین کی طرف والے میں صور پھونکیں گے اور اُسی وقت فوراً جتنے لوگ زمین پر ہیں سب کے سب مرجائینگے اُسکے بعد دوسرے طرف والے صور کو پھونکیں گے اُسوقت جتنے لوگ آسمان پر ہیں سب کے سب مرجائیں گے یہانتک کہ سوائے حضرت اسرافیل کے کوئی جاندار باقی نہ رہے گا۔ اُسوقت حضرت اسرافیل سے حکم ہوگا کہ تم بھی مرجاؤ وہ بھی مرجائینگے۔ اور خدائے قادر و توانا کے سوا کوئی باقی نہ رہے گا اُسوقت خداوند عالم بلند آواز سے فرمائے گا آج کس کی بادشاہت ہے اور جب کچھ جواب نہ پائے گا تو خود فرمائے گا کہ آج کی بادشاہی اور حکومت صرف اُس خدا کے واسطے خاص ہے جو بڑا قہار اور یکتا ہے اُسکے بعد جب خدا چاہیگا خود اپنی خاص قدرت سے آسمان کی طرف والے صور کو پھونکے گا تو جتنی آسمانی چیزیں ہیں سب کی سب پھر پیدا ہو جائینگی پھر دوسرے صور کو پھونکے گا اور جتنے اہل زمین ہیں سب کے سب پھر پیدا ہو جائینگے اُسکے بعد سب کا حساب و کتاب ہوگا اور سا اپنے اپنے اعمال کے موافق جزا و سزا پائیگا۔

لوائے حمد

سُنی اور شیعہ کی متواتر حدیثوں میں مذکور ہے کہ ایک منبر جسکے بہت سے زینے اور

پائے مختلف جواہرات کے ہوں گے اور اُسکا نام وسیلہ ہوگا قیامت کے دن جہاں اور پیغمبروں کے درجے بھی ہونگے قائم کیا جائیگا اور اُن تمام درجوں میں اسطرح ممتاز ہوگا جیسے ماہتاب ستاروں میں اُس روز کوئی پیغمبر یا شہید یا صدیق ایسا نہ ہوگا جسکی زبان سے بیساختہ نکلے کہ اُس شخص کا کیا کہنا جسکا یہ درجہ ہے اُسوقت ایک فرشتہ خداوند عالم کی جانب سے باواز بلند ندا کرے گا کہ یہ درجہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے غرض اُس دن جناب رسالتمآب کے سر پر شفاعت و سرداری کا تاج پہنایا جائے گا اور حضرت علیؑ آپ کے آگے آپکا لوائے حمد (علم) اپنے ہاتھ میں لئے ہونگے اور اُسپر لکھا ہوگا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَلْمُفْلِحُوْنَ ھُمُ الْفَائِزُوْنَ بِاللّٰہِ جب اس شان سے آپ پیغمبر کے سامنے گزریں گے تو پیغمبر کہیں گے یہ دونوں تو فرشتے ہیں جنھیں ہم نہیں پہچانتے اور جب فرشتوں کی طرف سے گزریں گے تو کہینگے یہ دونوں رسول ہیں غرض آپ اس شان وشوکت سے تشریف لائیں گے اور منبر کے اعلے زینہ پر جائیں گے اور حضرت علیؑ آپ کے ایک زینہ نیچے کھڑے ہونگے اور لوائے حمد ہاتھ میں ہوگا اُسوقت تمام مومنین اور پیغمبر بے تحاشا بول اُٹھیں گے سبحان اللہ یہ دونوں بندے خدا کی بارگاہ میں کسقدر معزز و محترم ہیں اُسکے بعد ایک فرشتہ خدا کی طرف سے ایسی بلند آواز سے ندا کریگا کہ تمام خلائق سُن لیگی کہ میرا حبیب محمدؐ ہے اور میرا ولی علیؑ ہے خوشا حال اُسکا جو انکو دوست رکھے اور وائے ہو اُسپر جو ان کو دشمن رہے اور ان پر افترا کرے حضرت رسول فرماتے ہیں کہ یا علیؑ اُسوقت اس آواز سے تمھارے دوستوں کو راحت پہونچیگی اُن کا چہرہ نورانی ہو جائے گا اُنکا دل خوش ہو جائیگا اور تمھارے دشمنوں اور تم سے لڑنیوالے اور تیری امامت کے انکار کرنے والے کے مُنھ کالے ہوجائینگے پاؤں تھرانے لگیں گے اُسوقت دو فرشتے رضوان خازن جنت اور مالک خازن جہنم خداوند عالم کی بارگاہ سے میرے پاس آئینگے پہلے رضوان آئیگا اور مجھے السلام علیک یا رسول اللہؐ کہے گا میں اُسکے سلام کا جواب دوں گا اور پوچھونگا اے بزرگ و محترم فرشتے تو کون ہے وہ عرض کریگا میں رضوان ہوں مجھے خداوند عالم نے حکم فرمایا ہے کہ میں بہشت کی کنجیاں آپکی خدمتمیں

حاضر کردوں میں شکر خدا بجالاؤں گا اور کہوں گا میں نے قبول کیا یہ کنجیاں میرے بھائی علیؑ ابن ابیطالب کے ہاتھ میں دیدو جب رضوان کنجیاں دے کر چلا جائیگا تب مالک خازن جہنم آئے گا اور مجھ سے کہے گا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ میں جواب سلام بجا کہوں گا اے فرشتے تو کسقدر بدہیئت اور بدصورت ہے آخر تو کون ہے وہ عرض کرے گا میں مالک ہوں مجھے خداوند عالم نے حکم دیا ہے کہ میں جہنم کی کنجیاں آپکے پاس حاضر کردوں میں شکر خدا کروں گا اور کہوں گا میں نے قبول کیا یہ کنجیاں میرے بھائی علیؑ ابن ابیطالب کو دیدو۔ غرض مالک بھی جہنم کی کنجیاں دے کر واپس جائے گا پھر حضرت علیؑ ابن ابیطالب اُسکو اپنے اختیار میں کر لیں گے اُسوقت جہنم سے آواز پیدا ہو گی یا علیؑ تم مجھ سے گزر جاؤ کہ تمھارا نور میرے شعلوں کو بجھائے دیتا ہے اُسوقت علیؑ کہیں گے اے جہنم قرار لے کہ آج تجھے میری اطاعت کرنی چاہئے اُسکے بعد گروہ گروہ علیؑ کے پاس آئینگے اور علی بن ابیطالب کہیں گے اسے چھوڑ دے یہ میرا دوست ہے اور اسے لے یہ میرا دشمن ہے اُسوقت جہنم علیؑ کی اطاعت اُس غلام سے زیادہ کرے گا جو اپنے آقا کا فرمانبردار ہو۔ غرض علیؑ ابن ابیطالب جسکو چاہیں گے بہشت میں پہونچا ئینگے اور جسکو چاہیں گے جہنم میں جھونک دیں گے۔

قَسِیْمُ النَّارِ وَالْجَنَّہ عَلِیٌّ حُبُّہٗ جُنَّہ
اِمَامُ الْاِنْسِ وَالْجِنَّہ وَصِیُّ الْمُصْطَفٰی حَقًّا

دوسرا باب فروع دین

نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ خمس۔ جہاد (ترجمہ نماز)

اذان

اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۴ مرتبہ خدا تمام عالم سے بزرگ اور اس سے برتر ہے کہ کوئی اُسکی حقیقت

سمجھ سکے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۲ مرتبہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی پرستش کے قابل نہیں۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۲ مرتبہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ خدا کے سچے رسول ہیں حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ دو مرتبہ دوڑو نماز کی طرف۔
حَیَّ عَلَی الْفَلَاحْ ۲ مرتبہ جو چیز نجات کی باعث ہے اُس کی طرف دوڑو۔
حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلْ ۲ مرتبہ سب سے بہتر کام (نماز) کی طرف دوڑو۔
اَللّٰهُ اَکْبَرُ ۲ مرتبہ بڑے سے خدا بڑا ہے۔
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۲- مرتبہ خدا کے سوا کوئی معبود پرستش کے قابل نہیں۔

اذان کے بعد کی دُعا

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ قَلْبِیْ بَارًّا وَّعَیْشِیْ قَارًّا وَّرِزْقِیْ دَارًّا وَّ
خداوندا میرے دل کو نیکی کرنے والا بنا۔ اور میری زندگی برقرار اور خوش رکھ اور میری روزی
اَوْلَادِیْ اَبْرَارًا وَّعَمَلِیْ سَارًّا وَّاجْعَلْ لِّیْ عِنْدَ قَبْرِ نَبِیِّكَ
بر پھر کے آنیوالی۔ اور میری اولاد کو نیکو کار اور میرے عمل کو جاری رکھ اور میرے لئے اپنے نبی محمد صلے اللہ
مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ مُسْتَقَرًّا وَّقَرَارًا بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ
علیہ وآلہ وسلم کی قبر کے پاس زندگی میں اور مرنے کے بعد ٹھہرنے کی جگہ قرار دے۔ یہ سب امور۔ ارحم الراحمین اپنی رحمت سے پورا کر

اقامت

اَللّٰهُ اَکْبَرُ ۲ مرتبہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۲- مرتبہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۲ مرتبہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ ۲- مرتبہ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحْ ۲ مرتبہ حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلْ ۲- مرتبہ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ (برپا ہوئی نماز) اَللّٰهُ اَکْبَرُ ۲- مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
عله نماز پنجگانہ وجمعہ کے واسطے اذان و اقامت مستحب ہے مگر بہتر ہے کہ نماز صبح اور مغرب میں اقامت اور اذان کو ترک نہ کرے وقت داخل ہونے کے پہلے اذان صحیح نہیں ہے

اذان باواز بلند ٹھہر ٹھہر کے کہے اور اقامت دھیمی آواز سے ذرا ٹھہر ٹھہر کے کہے عورتیں اذان واقامت عموماً آہستہ کہیں ۔ اور فقط تکبیر اور شہادتین پر بھی اکتفا کر سکتی ہیں ۔ مؤذن کو اذان کہتے وقت داہنے بائیں ۔ منھ کرنا یا کوئی بات کرنا مکروہ ہے ۔ اذان کے اٹھارہ جز ہیں اور اقامت کے سترہ جز اَشْهَدُ اَنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اذان کا جز نہیں ہے لیکن تبرکاً کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں اسکے جز اذان ہونیکا اعتقاد نہ رکھنا چاہئے

نماز کا ترجمہ اور ترکیب

جب نماز کے لئے قبلہ رُخ کھڑا ہو تو دونوں پاؤں کو برابر انگلیاں قبلہ کی طرف کرے اور مرد کے پاؤں کے درمیان کم سے کم چار انگل اور زیادہ سے زیادہ ایک بالشت کا فاصلہ ہو اور عورت کے دونوں پاؤں ملے ہوں دونوں ہاتھ کی انگلیاں ملی ہوئی ہوں اور زانوؤں پر رہے اسکے بعد سات تکبیریں کہے اور ان میں سے جسے چاہے نیت کے ساتھ تکبیرۃ الاحرام قرار دے یا یہ کرے کہ پہلے تین مرتبہ بقصد سُنت اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہے اُس کے بعد یہ دعا پڑھے ۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ

خداوندا توہی کھلم کھلا سچا بادشاہ ہے تیرے سوا کوئی معبود قابل پرستش نہیں تو ہر عیب سے پاک وپاکیزہ ہے

وَبِحَمْدِكَ عَمِلْتُ سُوْءً وَظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ اِنَّهٗ

اور میں تیری حمد کرتا ہوں میں نے بُرائی کی اور (گناہ کرکے) آپ اپنے اوپر ظلم کیا تو مجھے میرے گناہ بخشدے

لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ

کیونکہ گناہوں کا بخشنے والا تیرے سوا کوئی نہیں

پھر دو مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہے پھر یہ دعا پڑھے

لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِيْ يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ

میں تیری خدمت کیلئے نہایت خوشی سے حاضر ہوں اور میں تیرا فرمانبردار ہوں اور دُنیا وآخرت کی بھلائی تیرے قبضہ

إِلَيْكَ وَالْمَهْدِيُّ مَنْ هَدَيْتَ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدَيْكَ

میں ہو۔ اور بُرائی کی نسبت تیرے طرف نہیں ہے۔ ہدایت یافتہ بس وہی شخص ہے جسکی تونے ہدایت کی میں تیرا بندہ ہوں اور تیری لونڈی غلام کا لڑکا

ذَلِيلٌ بَيْنَ يَدَيْكَ مِنْكَ وَبِكَ وَإِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا

ہوں ۔ تیرے سامنے تابعداری کو حاضر ہوں تجھی سے وجود کی ابتدا ہے اور تیرے سبب تھا ہے اور ہر کام تیرے ہی واسطے ہے اور تیری ہی

مَنْجَى وَلَا نَصْرَ وَلَا مَهْرَبَ مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ

طرف لوٹ کر جانا ہے تجھ سے علیحدہ ہو کر تیرے سوا پناہ اور اُمید بھاگنے اور قرار کی کوئی جگہ نہیں میں تجھے ہر عیب سے پاک و پاکیزہ جانتا

سُبْحَانَكَ وَحَنَانَيْكَ وَتَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ

ہوں ۔ میں تجھی سے رحمت و مہربانی کا سوال کرتا ہوں اور تو ہی تمام برکتوں کا سرچشمہ ہے اور تو ہی ہر چیز سے برتر ہے تو ہی ہر

سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَرَبَّ الْبَيْتِ الْحَرَامِ

عیب سے پاک و پاکیزہ ہے اے ہمارے پالنے والے اور خانۂ کعبہ کے مالک یعنی تو ہی میرا مقصود ہے کعبہ نہیں فقط تیرے فرمانے سے میں کعبہ رخ ہوا ہوں

اُس کے بعد بقصد سنت ایک مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے اور نماز پڑھنی ہو اسکی نیت کرے اور پھر بقصد واجب اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے اُسکے بعد یہ دعا پڑھے۔

وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ عَلٰى

میں نے اپنے دل کا رُخ اُس شخص کی طرف کیا ہے جس نے سارے آسمان و زمین پیدا کئے حضرت ابراہیمؑ

مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَدِينِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کی ملت اور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دین

وَمِنْهَاجِ عَلِيٍّ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ حَنِيفًا مُسْلِمًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ

اور حضرت علیؑ کے طریقہ پر نرا کھرا حق کا پابند خدا کا فرمانبردار بندہ اور میں مشرکین سے نہیں ہوں

إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

اسمیں شک نہیں کہ میری نماز اور میرا عمل اور میرا جینا اور میرا مرنا (غرض سب کچھ) خدا ہی کے لئے ہے جو سارے

لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ

جہان کا پالنے والا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اُسی کا حکم فرمایا گیا ہے اور میں مسلمان ہوں

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ
میں اُس خدا کی بارگاہ میں جو سب کی سنتا اور سب کچھ جانتا ہے شیطان مردود سے پناہ مانگتا ہوں

پھر اُسکے بعد سورۂ حمد بسم اللہ کے ساتھ پڑھے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
میں اُس خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں ۔ جو بڑا مہربان رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝
ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے جو سارے جہان کا پالنے والا بڑا مہربان رحم والا روز جزا کا مالک ہے
اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۝ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ
ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں (خدایا) ہم کو سیدھی راہ پر ثابت قدم رکھ
صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝
جنھیں تو نے اپنی نعمت دی ہے اُن کی راہ جن پر تیرا غضب ڈھایا گیا اور گمراہوں کی

اس کے بعد سورۂ قدر بسم اللہ کے ساتھ پڑھے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
میں اُس خدا کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان رحم والا ہے

اِنَّآ اَنْزَلْنَاہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا
بے شک ہم نے اس قرآن کو شب قدر (۱۹ - یا ۲۱ - یا ۲۳ - رمضان میں
لَیْلَۃُ الْقَدْرِ ۝ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ
نازل کیا اور تو نے کہاں سے جانا کہ شب قدر کیا ہے شب قدر (کی عبادت) ہزار مہینہ
شَھْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا بِاِذْنِ رَبِّھِمْ
کی عبادت سے کہیں بہتر ہے اس میں فرشتے اور روح پورے سال کے حکم کے ساتھ (امام زماں کے
مِنْ کُلِّ اَمْرٍ ۝ سَلَامٌ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝
پاس زمین پر) نازل ہوتی ہیں (خدا کے دوستوں کے لئے) یہ رات صبح کو طلوع ہونے تک سلامتی ہے

اس کے بعد اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر رکوع میں جائے۔ اور بہتر ہے کہ تین مرتبہ کہے

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ

میں اپنے بزرگ پروردگار کو ہر عیب سے پاک و پاکیزہ جانتا ہوں اور اُسکی حمد و ثنا کرتا ہوں

اس کے بعد سیدھا کھڑا ہو کر کہے

سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ

جس شخص نے اُس کی حمد کی خدا نے سُن لیا

پھر اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہے اور سجدہ میں جائے۔ اور تین مرتبہ پڑھے

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى وَبِحَمْدِهٖ

میں اپنے اعلیٰ اور برتر پروردگار کو برائی سے پاک و پاکیزہ جانتا ہوں اور اُسکی حمد و ثنا کرتا ہوں۔

اس کے بعد سیدھا ہو بیٹھے اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہے۔ اور پھر

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ

میں اپنے پالنے والے خدا سے بخشش چاہتا ہوں اور اُسکی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں

پھر اَللّٰهُ اَكْبَرُ باطمینان کہہ لے تب سجدے میں جائے۔ اور پہلے سجدہ کی طرح سب امور بجالائے پھر سیدھا ہو بیٹھے اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہے اُسکے بعد کہے۔

بِحَوْلِ اللّٰهِ وَقُوَّتِهٖ اَقُوْمُ وَاَقْعُدُ

میں خدا ہی کی مدد اور اسی کی قوت سے کھڑا ہوتا ہوں اور بیٹھتا ہوں

اُس کے بعد کھڑا ہو کر مثل پہلی رکعت سورہ حمد پڑھے اُس کے بعد جو سورہ جی چاہے پڑھے مگر بہتر ہے کہ سورۂ توحید پڑھے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(میں) اُس خدا کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان رحم والا ہے

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ

(اے رسول) تم کہدو اللہ یکتا ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اُس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

پیدا ہوا۔ اور نہ کوئی اُسکا مثل اور برابر ہے

اُسکے بعد دونوں ہاتھوں کو مُنھ کے برابر اور ہتھیلی کو آسمان کی طرف کرے اور دعا قنوت پڑھے۔ اس میں جو دعا جائز ہو عربی زبان میں پڑھ سکتا ہے مگر بہتر ہے کہ کلمات فرج پڑھے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَلِيُّ

بردبار اور بخشش کرنے والے اللہ کے سوا کوئی معبود قابل پرستش نہیں بزرگ برتر

الْعَظِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبِّ

خدا کے سوا کوئی معبود قابل پرستش نہیں جو خدا ساتوں آسمان اور ساتوں زمین اور جو

الْاَرَضِيْنَ السَّبْعِ وَمَا فِيْهِنَّ وَمَا بَيْنَهُنَّ وَرَبِّ الْعَرْشِ

چیزیں ان میں ہیں اور جو چیزیں انکے درمیان ہیں سب کا پروردگار ہے اور بہت بڑے عرش کا

الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اسکے بعد درود پڑھے

مالک ہے اور سب تعریفیں اُسی خدا کو سزاوار ہیں جو سارے جہان کا پروردگار ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ پھر یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ

خداوندا اپنی رحمت محمدؐ اور آل محمدؐ پر نازل فرما — خداوندا ہمیں بخش دے

لَنَا وَارْحَمْنَا وَعَافِنَا وَاعْفُ عَنَّا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

اور ہم پر رحم کر اور ہمیں عافیت دے اور ہم سے دنیا اور آخرت میں درگزر کر

اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے

اسکے بعد پہلی رکعت کی طرح رکوع اور سجدہ کرے اُسکے بعد مرد بائیں ران پر بوجھ دے کر اس طرح بیٹھے کہ داہنے پاؤں کی پشت بائیں پاؤں کے تلوے سے مل جائے۔ اور دونوں پاؤں کے تلوے چوتڑ سے باہر رہیں اور دونوں ہاتھ

دونوں رانوں پر رکھے اور نظر دونوں پاؤں کے درمیان رکھے اور عورت دونوں گھٹنوں کو کھڑے کر کے اُکڑو بیٹھے اور اگر گھٹنوں کو زمین سے نہ اُٹھائے تو اسطرح بیٹھے کہ زمین اور اعضا آپس میں خوب ملے ہوئے ہوں۔ جب باطمینان بیٹھ چکے تو مستحب ہے کہ پہلے یہ دعا پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَخَيْرُ الْاَسْمَاءِ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ

میں خدا ہی کے نام شروع کرتا ہوں۔ اور خدا ہی سے مدد چاہتا ہوں اور سب سے اچھے نام خدا ہی کے ہیں اور ہر طرح کی تعریف خدا ہی کے لئے سزاوار ہے

تب اس طرح تشہد پڑھے

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ

میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود قابل پرستش نہیں وہ تنہا ہے کوئی اُس کا شریک نہیں

وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اُسکے بندے اور اُسکے رسول ہیں۔

اس کے بعد یہ دعا پڑھنی مستحب ہے

اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ اَشْهَدُ

اُنکو خدا نے سچائی کے ساتھ قیامت کے سامنے رسول بنا کر بھیجا (اُن کے بعد کوئی پیغمبر نہیں) جو جنت کی خوشخبری دینے والا

اَنَّ رَبِّيْ نِعْمَ الرَّبُّ وَاَنَّ مُحَمَّدًا نِعْمَ الرَّسُوْلُ وَاَنَّ السَّاعَةَ

اور جہنم سے ڈرانے والا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک میرا پروردگار اچھا پروردگار ہے اور بیشک محمدؐ اچھے رسول ہیں

اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ اَلْحَمْدُ

اور بیشک قیامت آنیوالی ہے جسمیں کوئی شک نہیں اور بیشک خدا اُن لوگوں کو جو قبروں میں ہیں اُٹھائیگا۔ کل تعریف خدا ہی کو

لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْ

سزاوار ہے جس نے ہمیں اسکی ہدایت کی اور اگر خدا ہماری مدد نہ کرتا تو ہم

هَدَانَا اللّٰهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَتَقَبَّلْ

ہدایت یافتہ نہوتے خدایا تو محمدؐ و آل محمدؐ پر رحمت نازل کر اور اُنکی سفارش اُنکی اُمت کے

شَفَاعَتَهٗ فِیْ اُمَّتِهٖ وَارْفَعْ دَرَجَتَهٗ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

یارے میں قبول فرما اور اُن کا درجہ بلند کر اور کُل تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے

اس کے بعد اگر دو رکعتی نماز ہے تو یوں سلام کہے

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا

اے نبی خدا آپ پر سلام اور خدا کی رحمت اور اُسکی برکتیں نازل ہوں ہم (مومنین پر) اور خدا کے

وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

نیک بندوں (انبیا ائمہ) پر سلام ہو تم (مومنین فرشتے کاتبین اعمال) پر سلام اور خدا کی رحمت اور اُسکی برکتیں نازل ہوں

اور اگر تین رکعتی یا چار رکعتی نماز ہو تو تشہد کے بعد مثل سابق اُٹھ کھڑا ہو اور آہستہ آہستہ تین مرتبہ بجائے حمد[1] کے تسبیحات اربعہ پڑھے۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ

میں خدا کو ہر عیب سے پاک جانتا ہوں اور کُل تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے اور خدا کے سوا کوئی معبود قابل پرستش نہیں اور خدا ہر بڑے سے بڑا ہے

اُس کے بعد اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ ایک مرتبہ کہے اُسکے بعد مثل سابق رکوع و سجدہ کرے اور تیسری یا چوتھی رکعت کے بعد بیٹھ جائے اور مثل سابق تشہد و سلام کہے۔

قبلہ

جو شخص ایسی جگہ ہو کہ وہ وہاں سے خانۂ کعبہ دیکھ سکے تو اُسے ٹھیک خانۂ کعبہ کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھنی چاہئے اور جو شخص ایسی جگہ نہ ہو اُسے اُس سمت کی طرف رخ کرنا چاہئے جدھر خانۂ کعبہ ہے۔ اور یہ بات مسجدوں مسلمانوں کی قبروں ستاروں کے ذریعہ سے معلوم کرنی کافی ہے[2]۔ مگر جب یہ معلوم ہو جائے کہ یہ چیزیں

---

[1] اور اگر سورہ حمد پڑھے تو بھی ہو سکتا ہے بلکہ اگر تنہا بلا جماعت کے نماز پڑھتا ہے تو سورہ حمد بہتر ہے اور نماز جماعت میں ماموم کو تسبیحات اربعہ کا پڑھنا بہتر اور مستحب ہے ۱۲ آقا حسن عفی عنہ

[2] اور ریل اور جہاز پر بھی قبلہ رو نماز پڑھنا اور نماز شروع کرنا لازم ہے اگر معلوم ہو کہ ریل یا جہاز پھرا تو خود بھی قبلہ کی طرف پھر جائے اور اگر معلوم نہ ہو سکے تو قبلہ رو شروع کرے اور اسی طرح پڑھتا رہے ۱۲ آقا حسن عفی عنہ

خلاف بنی ہیں تو البتہ اُن پر بھروسا نہیں کرسکتا اور اگر کسی شخص کو یقین حاصل
کرنے کا کوئی طریقہ ممکن نہ ہو تو گمان غالب بھی کافی ہے اگرچہ فاسق یا کافر کے
کہنے سے حاصل ہو لیکن اس حالت میں اگر نماز پڑھنے کے بعد معلوم ہو کہ قبلہ کی طرف
پشت تھی تو خواہ وقت باقی ہو یا نہ ہو اُسے نماز کی قضا کرنی ہوگی اور اگر قبلہ داہنے
یا بائیں شانے پر تھا اور وقت باقی ہو تو پھر دوبارہ پڑھ لینا چاہیئے اور اگر قبلہ سے کچھ
منحرف تھا مگر دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا تو اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اگر کچھ نہ معلوم ہو
کہ قبلہ کس طرف ہے اور وقت کافی ہو تو ایک ہی نماز کو چار دفعہ پڑھنا چاہیئے اور اگر
وقت کم ہے تو کسی طرف ایک ہی نماز پڑھے۔

قرائت۔ جس طرح اُردو زبان میں اگر اچھے لوگوں میں کوئی شخص ش کی جگہ س
یا قاف کی جگہ ک بولے تو غلط سمجھا جاتا ہے اور اُس پر خشمگیں ہونے لگتے ہیں اسی طرح عربی
میں اگر کوئی شخص ح کی جگہ ہ یا ض کی جگہ ز یا ث کی جگہ س یا ذ کی جگہ ظ بولے تو یقینی غلط
اور بالکل مہمل ہو جاتا ہو بلکہ بعض مقامات میں معنی اُلٹے ہو جاتے ہیں اور ثواب کے بدلے
گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے پس ہر شخص پر واجب ہے کہ کم سے کم اتنا ضرور سیکھ لے کہ ملتی جلتی
آوازکے حرفوں میں فرق کرسکے اگرچہ یہ ضرور نہیں کہ مخارج ذیل کی پابندی کرے بلکہ اُن
حروف کی آوازوں کو جس طرح عرب کے لوگ ادا کرتے ہیں۔ دوسرے مخارج سے بھی ادا کرے
تو کوئی مضائقہ نہیں مگر جس کی زبان اپنے قابو سے اس درجہ باہر ہو کہ باوجود پوری
کوشش کے بھی اُسے مخارج سے ادا کرنا دشوار ہو تو البتہ وہ معذور ہوگا اور اُس سے
جس طرح بن پڑے پڑھنا کافی ہوگا۔ مگر جن لوگوں کو ممکن ہو اور باوجود اس کے نہ
سیکھیں تو اُن کی نماز صحیح نہ ہوگی۔

۱۔ آخر حلق متصل بسینہ دو حرفوں کا مخرج ہے۔ ہ ہمزہ

۲۔ وسط حلق دو حرفوں کا مخرج ہے۔ ح ع

۳۔ ابتدائے حلق دو حرفوں کا مخرج ہے۔ غ۔ خ

(یہ چھ حروف حلقی کہلاتے ہیں)

۴ کنارہ زبان اور اضراس (ڈارھ) دو حرفوں کا مخرج ہے۔
ض - ل - (ان کو حافیہ کہتے ہیں)

۵ سر زبان و بیخ ثنایائے عُلیا (سامنے والے اوپر کے دونوں دانت) تین حرفوں کا مخرج ہے
ط - ت - د - مگر ط میں اطباق و تفخیم بھی ہے (ان کو نطعیہ کہتے ہیں۔

۶ سر زبان و سر ثنایائے سفلے (سامنے والے نیچے کے دونوں دانت) تین حرفوں کا مخرج ہے
ص - ز - س مگر ص میں اطباق و صفیر اور س میں فقط صفیر ہے (ان کو ذلقیہ کہتے ہیں)۔

۷ سر زبان و سر ثنایائے علیا تین حرفوں کا مخرج ہے ظ - ذ - ث مگر ظ میں اطباق و تفخیم بھی ہے اور ذ - ث میں ترقیق (ان کو لثویہ کہتے ہیں۔

۸ باطن لب و سر ثنایائے علیا دو حرفوں کا مخرج ہے ف - ب۔

۹ دونوں لب کے درمیان نتھنوں کی شرکت کے ساتھ دو حرفوں کا مخرج ہے و - م

۱۰ بیخ زبان اور تالو ق کا مخرج ہے اور ک بھی اُسکے قریب قریب ہے (اسکو مہموسہ کہتے ہیں

۱۱ وسط زبان اور تالو یا نیچ حرفوں کا مخرج ہے ج - ش - ی (انکو شجریہ کہتے ہیں) ک - ن۔

قواعد

۱ جب کسی حرف کا مخرج دریافت کرنا مقصود ہو تو اُس حرف کو ساکن کر کے اُس کے ماقبل کوئی متحرک حرف ملائیں جیسے اَب - ید - مِن مگر یہ قاعدہ حرف علت (وا ی) میں جاری نہیں ہو سکتا۔

۲ جب نون ساکن یا تنوین حروف تہجی کے برابر آتا ہے تو اُسپر چار حکم جاری ہوتے ہیں - ادغام - اظہار - قلب - اخفا۔

ادغام چھ حروف (جن کا مجموعہ یرملون) کے ساتھ ہوتا ہے دیکھو مَنْ یَّقُوْلُ مِنْ رَّبِّ رَّحِیْمٍ مِنْ مَّالٍ مِنْ وَّرَائِھِمْ مِنْ نَّاصِرِیْنَ۔

اظہار (ظاہر کر کے پڑھنا) حروف حلقی کے ساتھ ہوتا ہے جیسے مِنْ اَلَمْ مِنْ ھاجِرٍ

اَنْعَمْتَ۔ وَ انْحَرْ مُنْخَنِقَه۔ فَسَيُنْغِضُوْنَ

قلب (میم سے بدل کر پڑھنا) صرف ایک حرف (ب) کے ساتھ جیسے مِنْ بَعْدِ

اخفا (پوشیدہ کرکے پڑھنا) باقی پندرہ حرفوں کے ساتھ۔

وقف لفظ کے آخری حرف کو ساکن کرکے ٹھہر جائے تاکہ مابعد کے لفظ کو باطمینان شروع کرے۔ اسکی چار قسمیں ہیں۔ تام۔ کافی حسن۔ قبیح۔

تام جسکو اپنے مابعد سے لفظاً معنیً کسی طرح کا کوئی تعلق نہو جیسے مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پر وقف۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ سے شروع یہاں وقف ضروری ہے۔

کافی جسکو اپنے مابعد سے صرف معناً تعلق ہو جیسے مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ پر وقف اور وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ سے ابتدا یہاں وقف بہتر ہے۔

حسن۔ جسکو اپنے مابعد سے لفظاً تعلق ہے جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ پر وقف اور رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے ابتدا یہاں دونوں برابر ہے۔

قبیح جسکو اپنے مابعد سے لفظاً معناً دونوں طرح تعلق اور مطلب پورا سمجھ میں نہ آئے جیسے مَالِكِ پر وقف اور يَوْمِ الدِّيْنِ سے شروع کرنا یہاں وقف ناجائز ہے۔

ٓ منجملہ وقوف کے اشمام۔ روم۔ اختلاس۔ اسکان ہے اشمام لفظ کے آخر حرف کو ساکن کرنے کے بعد ضمہ کی بو دینا۔ روم کسی ساکن کو کسرہ کی ذرا سی بو دیکر پڑھنا اختلاس کسی ساکن کو کسرہ کی زیادہ بو دے کر پڑھنا اسکان حرکت بالکل گرا دینا۔

ٓ مد کی دو قسمیں ہیں طبعی۔ غیر طبعی طبعی بلا بغیر سبب کے کسی حرف کو اتنا کھینچ کر پڑھنا کہ وہ حرف پورے طور سے ادا ہو جائے یہ اُس جگہ ہوتا ہے جہاں حرف علت ساکن اور ماقبل اُسکے حرکت موافق ہو یعنی الف کے قبل زبر واو کے قبل پیش یا کے قبل زیر جیسے قَالَ کا الف۔ قَالُوْا کا واوُ قِيْلَ کی ی اسی وجہ سے ان حروف کو مدہ بھی کہتے ہیں۔ غیر طبعی۔ کسی خاص سبب سے کسی حرف کو اسکے تلفظ سے زیادہ بڑھا کر پڑھنا اسکو فرعی۔ عرضی۔ غیر اصلی بھی کہتے ہیں اسکے دو سبب ہوا کرتے ہیں

حرفِ مد کے قبل یا بعد ہمزہ ہو یا اُسکے بعد حرف مشدد ہو۔ اسکی چند صورتیں ہیں۔
حرفِ علت ساکن اُسکے قبل ہمزہ متحرک بحرکت موافق ہو جیسے آمن اُوْلِیَ اِیْمَانًا
اس مقام پر صرف نافع مد کو واجب جانتے ہیں۔ حرفِ علت ساکن اُسکے بعد ہمزہ متحرک
ہو اور دونوں حرف ایک ہی لفظ میں ہوں جیسے اُولٰٓئِکَ سُوْٓءُ جِیْٓئَ اسکو مد متصل
کہتے ہیں۔ یہاں مد بالاتفاق واجب ہے۔ حرفِ علت ساکن اسکے بعد ہمزہ متحرک ہو اور
دونوں لفظوں میں ہو جیسے بِمَآ اُنْزِلَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا فِیْٓ اَنْفُسِہِمْ اسکو مد منفصل کہتے
ہیں۔ یہاں مد بہتر کہے۔ ان دونوں مدوں میں چار الف کے برابر کھینچنا چاہئے۔ حرفِ
علت ساکن کے بعد حرف مشدد ہو جیسے وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔ اَتُحَآجُّوْنِّیْ یہاں بھی
مد واجب ہے۔ حروف مدہ کے بعد والے حرف پر وقف کیا جائے عَالَمِیْنَ۔ رَحِیْمِ
وغیرہ یہاں تین الف کے برابر کھینچنا چاہئے۔ حروف مقطعات جو اکثر سُورتوں کے شروع
میں آتے ہیں اُن میں مد واجب ہونے کی تین شرطیں ہیں۔ وہ حرف تین حرفوں سے
مرکب ہو بیچ کا حرف ساکن ہو۔ تیسرا حرف بھی ساکن ہو وہ یہ ہیں۔ ل۔ م۔ ص۔
ک۔ ق۔ ن۔ س اور جن حرفوں میں مد نہیں ہوتا وہ یہ ہیں ط۔ ح۔ ی۔ ر۔ ہ۔
خ۔ ص۔ ض۔ ط۔ ظ۔ غ۔ ق۔ یہ حروف ہمیشہ تفخیم کے ساتھ (بھری آواز سے) پڑھے
جاتے ہیں۔ مگر ل۔ ر۔ کو جب زبر یا پیش ہو یا خود ساکن ہو اور ماقبل کو زبر یا پیش ہو
تو تفخیم کے ساتھ پڑھنا چاہئے اَللّٰہُمَّ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ رَسُوْلُ اللّٰہِ الرَّحْمٰن
جب ل یا ر کو زیر ہو یا خود ساکن اور ماقبل کو زیر یا پیش ہو تو ترقیق (ہلکی آواز
سے پڑھنا چاہئے جیسے اَبْصَارِہِمْ تُنْذِرْہُمْ بِسْمِ اللّٰہِ مگر جب ر کے بعد
حرف استعلا ص۔ ط۔ ق وغیرہ ہو تو ر تفخیم ہی کے ساتھ پڑھیں گے جیسے
اِرْجِعْ۔ اَلَّذِی ارْتَضٰی اِرْصَادًا قِرْطَاس۔ کُلِّ فِرْقَۃٍ۔
تنبیہ۔ نماز کے باقی احکام۔ اور روزہ حج۔ زکوٰۃ خمس۔ کا ذکر دینیات کی دوسری
میں تفصیل کے ساتھ ہو چکا ہے۔

جہاد۔ اسلام کی ترقی اور شعائر ایمان کے قائم رکھنے کے واسطے جان و مال سے کوشش کرنا

کس وقت واجب ہے جب نبی یا امام معصوم موجود ہوں اور وہ خود یا وہ شخص جس کو جہاد کے واسطے مقرر کیا ہو حکم دے۔

کس پر واجب ہے۔ بالغ عاقل۔ آزاد۔ مرد پر جو بہت بڈھا نہ ہو۔ واجب عینی نہیں کفائی ہے پس بچے مجنوں۔ عورت۔ غلام پر واجب نہیں ہے اور اندھے۔ زمین گیر مریض فقیر سے بھی ساقط ہے

تصریح اگر کوئی شخص کفار کے حلقہ میں رہتا ہو اور اُن پر اُنکا دشمن حملہ آور ہو اور اپنی جان کے تلف کا بھی خوف ہو۔ تو اپنی جان کی حفاظت کے واسطے کفار کے ساتھ ہو کر اُن کے دشمنوں سے مقابلہ کرنا واجب ہوگا۔ مگر اسکو جہاد نہ کہیں گے بلکہ حفاظت خود اختیاری۔

تنبیہ ۔ اس زمانہ میں چونکہ نہ ہمارے نبی موجود ہیں نہ امام معصوم ظاہر ہیں لہذا جہاد فقط غیر واجب ہی نہیں بلکہ ناجائز ہے اسی وجہ سے تفصیلی احکام کا بیان کرنا بیکار ہے بلکہ چونکہ ایسا امن و اطمینان کا زمانہ جناب رسالتمآبؐ کی وفات کے بعد سے اسوقت تک شیعوں کے واسطے نصیب نہیں ہوا تھا کہ اپنے مذہبی فرائض کو نہایت آزادی سے برت سکیں اپنے دینی ارکان کو بفراغت بجالا سکیں لہذا اس حکومت کو راحت و امن سمجھنا اور اس سلطنت کو ایک نعمت عظمیٰ گننا اور اسکی اطاعت اور نافذ الوقت قوانین کی پابندی کو اپنا فرض قرار دینا اور اسکی حفاظت میں کوشاں ہونا بعینہٖ اپنی جان اور دین کی حفاظت شمار کرنا چاہیئے۔

گناہان کبیرہ

گناہ کبیرہ کے معنی میں اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ کبیرہ وہ گناہ ہے جسپر خدا نے قرآن مجید میں عذاب کا وعدہ کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ جسکی شارع نے حد (سزا) مقرر کی ہے یا عذاب کا وعدہ کیا ہے بعض کا قول ہے کہ جس سے گناہ کرنے والے کے دین کی طرف سے بے اعتنائی معلوم ہو ازیں قبیل اور اختلافات بھی ہیں۔ اسی طرح انکے تعداد میں بھی اختلاف ہے بعض سات کہتے ہیں اور بعض بیس اور بعض چونتیس اور

بعضے چالیس اور بعض اسی کے قائل ہیں اور ان سب کا مجموعہ بیاسی تک پہونچتا ہے خدا ہر دیندار کو ان سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۱۔ خدا کا کسی کو شریک بنانا یہ تمام گناہوں سے بدتر ہے

۲۔ کسی مومن کا ناحق قتل کرنا۔

۳۔ شوہردار عورت کو زنا کی تہمت دینا۔

۴۔ ظلم وستم سے یتیم کا مال کھانا۔

۵۔ محرم (ماں بہن وغیرہ) اور شوہردار عورت سے زنا کرنا۔ بلکہ ہر زنا۔

۶۔ جہاد سے (جو شریعت سے واجب ہو) بھاگنا۔

۷۔ والدین کی نافرمانی کرنا۔

۸۔ سود لینا دینا۔

۹۔ جادو کرنا۔

۱۰۔ جھوٹی قسم کھانا۔

۱۱۔ شراب پینا۔

۱۲۔ جوا کھیلنا۔

۱۳۔ نبی یا امام سے بیعت کر کے توڑ دینا

۱۴۔ جن باتوں کو شریعت نے منع کیا ہے حرم مکہ میں کرنا۔

۱۵۔ خدا کی رحمت سے مایوس ہونا۔

۱۶۔ خدا کے عذاب سے بے خوف ہونا۔

۱۷۔ خرید و فروخت میں کم دینا اور زیادہ لینا۔

۱۸۔ گانا بجانا۔

۱۹۔ لواطہ کرنا۔

۲۰۔ مجاہدین کے مال میں چوری کرنا۔

۲۱ مستثنیٰ مقامات کے سوا مومنین کی غیبت کرنا۔
۲۲ جن باتوں کا واجب ہونا قرآن سے ثابت ہو اُن کا ترک کرنا۔
۲۳ مال کا بیجا صرف کرنا۔
۲۴ جھوٹ بولنا خاصکر خدا یا رسول یا امام کی طرف جھوٹی نسبت دینا۔
۲۵ سور یا کتا یا مردہ جانور یا جس جانور پر وقت ذبح خدا کا نام نہ لیا گیا بغیر مجبوری کے کھانا۔
۲۶ سچی گواہی کا حاکم عادل کے سامنے چھپانا۔
۲۷ ناجائز کام میں مال کا خرچ کرنا۔
۲۸ کفار کے شہر سے ہجرت کر کے اسلامی شہر میں رہنے کے بعد پھر وہاں جا کر متوطن ہونا اور اس زمانہ میں جو مقام ایسا ہو کہ کسی عالم دین سے مسائل کا سیکھنا ممکن نہ ہو وہاں رہنا بھی ایسا ہی ہے۔
۲۹ صغیرہ گناہوں پر اصرار کرنا۔
۳۰ گناہان صغیرہ کا حقیر سمجھنا۔
۳۱ خانۂ کعبہ کو خفیف سمجھنا۔
۳۲ مسلمانوں پر ظلم کرنا۔
۳۳ لہو و لعب (ستار طنبورہ باجا وغیرہ) میں مشغول رہنا۔
۳۴ رشوت (حاکم کو جھوٹا فیصلہ کرانے کے واسطے کچھ) لینا دینا
۳۵ ظلم پر ظالموں کی مدد کرنا۔
۳۶ جبر رکھی کرنا۔
۳۷ عہد کے خلاف کرنا۔
۳۸ قرابت داروں کے ساتھ باوجود امکان سلوک نہ کرنا۔
۳۹ جنات وغیرہ کو تابع کر کے امور غیب کی خبر دینا۔
۴۰ باوجود قدرت کے حج نہ کرنا۔
۴۱ نشہ دار چیزوں کا کھانا پینا۔

۴۲۔ کسی پر افترا و بہتان کرنا۔
۴۳۔ مباح پانی سے لوگوں کو روکنا۔
۴۴۔ پیشاب سے نہ بچنا۔
۴۵۔ ایسا کام کرنا کہ ماں باپ کو گالی دلوانے کا باعث ہو۔
۴۶۔ ایسی وصیت کرنا جس میں وارثوں کو ضرر پہونچانا مقصود ہو۔
۴۷۔ خدا کے قضا و قدر کی شکایت کرنا۔
۴۸۔ خداوندی تقدیر پر اعتراض کرنا۔
۴۹۔ تکبر اور غرور کرنا۔
۵۰۔ مومنین سے حسد رکھنا۔
۵۱۔ جو سخن چینی ضرر کا باعث ہو کرنا۔
۵۲۔ ناحق کسی مومن کا عضو قطع کرنا۔
۵۳۔ حرام کام میں واسطہ ہونا۔
۵۴۔ بری باتوں کا حکم کرنا اور اچھی باتوں کا روکنا۔
۵۵۔ وعدہ کے خلاف کرنا۔
۵۶۔ مومنین کو گالی دینا اور ان پر لعنت کرنا اور ان کو آزار پہونچانا۔
۵۷۔ مومنین کے ساتھ بدگمانی کرنا۔
۵۸۔ مومنیں کی بیجا سرزنش کرنا۔
۵۹۔ مومنین کے پوشیدہ عیوب کی تلاش کرنا۔
۶۰۔ مومنین کو حقیر و ذلیل سمجھنا۔
۶۱۔ لونڈی غلام کو حق سے زیادہ سزا کرنا۔
۶۲۔ مسلمانوں کا عام راستہ بند کرنا۔
۶۳۔ اپنے لڑکے بالوں کی خبر گیری نہ کرنا۔

۶۴۔ ناحق بات کی حمیت جنبہ داری کرنا۔

۶۵۔ دین میں بدعت کرنا۔

۶۶۔ اچھی بات کے کہنے اور بُری بات کے روکنے کو ترک کرنا۔

۶۷۔ شراب کی مجلس میں بے ضرورت بیٹھنا۔

۶۸۔ بدعتی لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا۔

۶۹۔ جھوٹی گواہی دینا

۷۰۔ باوجود قدرت کے لوگوں کے حقوق کو نہ دینا۔

۷۱۔ فحش بکنا۔

۷۲۔ دو زبان ہونا۔

۷۳۔ خون پینا۔

۷۴۔ زکوٰۃ واجب کا نہ دینا۔

۷۵۔ داخل نسب یا خارج نسب ہونا (اپنی قوم بدل کر دوسری بیان کرنا)

۷۶۔ حرام چیزوں و نجاستوں کا کھانا۔

۷۷۔ بغیر عذر کے رمضان کے روزے نہ رکھنا۔

۷۸۔ مسلمانوں کو فریب دینا۔

۷۹۔ اپنی قوم یا شہر کے بُرے لوگوں کو دوسروں کے اچھے لوگوں سے بہتر سمجھنا۔

۸۰۔ مومنوں سے عداوت رکھنا اور اُن کو دھمکی دینا۔

۸۱۔ غیبت کا سُننا۔

۸۲۔ لوگوں کو دکھانے یا سُنانے کے واسطے عبادت کرنا۔

سود

یہ ایسا بڑا اور کبیرہ گناہ ہے کہ خود قرآن مجید میں چند جگہ مذمت تصریحی بیان کی گئی ہے حتیٰ کہ ایک جگہ فرماتا ہے کہ ایسے لوگ اللہ اور رسول سے لڑنے کے واسطے تیار رہیں اور حدیثیں

تو کثرت سے ہیں کہ اُن کا احاطہ دشوار ہے کافی میں امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ سود کا ایک درم ستر ہزار زنا سے جو محرم (ماں بہن وغیرہ) سے کرے زیادہ بدتر ہے اور جناب امیر فرماتے ہیں کہ سود لینے والا دینے والا لکھنے والا گواہ سب برابر ہیں۔

سود کے معنی جو دو چیزیں تولی یا ناپی جاتی ہوں کسی معاملہ میں کمی و زیادتی کے ساتھ لینا دینا لیس اگر دونوں چیزیں ایک قسم کی نہوں تو سود نہو گا جیسے تولہ بھر چاندی دیکر دو تولے سونا لے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے یا ایک گنی دے کر پچاس روپیہ لے تو بھی مضائقہ نہیں یا ناپنے اور تولنے کی چیز نہو تو بھی کمی و زیادتی میں کوئی حرج نہیں ہے مثلاً ایک گز کپڑا دیکر بیس لے تو بھی کچھ مضائقہ نہیں ہے۔[1]

سود کے گناہ سے بچنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جب معاملہ کرے تو کوئی چیز اُس روپے کی خرید لے اور جب روپے واپس لینا چاہے تو اُسی چیز کو یا دوسری چیز کو اگرچہ نظروں میں حقیر ہو بیچ ڈالے۔

دوسرا طریقہ سو روپے دے اور اُس کی قیمت نوٹے روپیہ اور ایک یا دو گنی یا کوئی اور چیز نوٹ وغیرہ قرار دے اس صورت میں اگرچہ دوسری مقدار کی قیمت سو روپئے سے زیادہ ہو جائے مگر قسم بدل جانے سے حرمت زائل ہو جائے گی۔

تنبیہ اس قسم کی صورتوں پر اکثر لوگ مضحکہ کرتے ہیں اور اسکو ایک کھیل اور مکاری سمجھتے ہیں اُنکے جواب میں صرف اتنا ہی عرض کروں گا کہ جس خدا نے سود کو حرام کیا ہے اُسی نے اُسکے گناہ سے بچنے کے طریقے بھی بتائے ہیں اسکے علاوہ جب ہمیں معاملہ کرنا ضروری ہے اور اُسکی دو صورتیں ہمارے سامنے پیش ہیں ایک میں گناہ کا خوف ہے اور دوسرے میں اُس سے بچنے کی تدبیر ہے پھر عاقل ضرور دوسرے ہی کو پسند کرے گا۔

تصریح باپ بیٹے میاں بی بی مالک غلام میں باہم کمی زیادتی کے ساتھ معاملہ کرنا سود

---

[1] یہ مراد غیر مفہوم المعنی ہے اگر مراد یہ ہے کہ ایک گز کپڑا دے کر اسی کو دو گز لے تو یہ جائز نہو گا اسلئے کہ ناپنے کی شے میں داخل ہے البتہ جو چیزیں ناپنے اور تولنے کی نہوں اُنکی مثال ایک گھوڑے کے عوض بیس گھوڑے ۱۲ آقا حسن عفی عنہ

نہیں ہے اور مسلمانوں کا کفار سے زیادہ لینا بھی سود نہیں ہے۔

غیبت يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ۔

اے ایماندارو تم لوگ بہت سے گمانوں (پر عمل کرنے) سے پرہیز کرو کیونکہ اسمیں شک نہیں کہ بعض گمان گناہ ہے اور (لوگوں کے عیوب) نہ ڈھونڈھو اور تم میں سے ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے کیا تم میں کا کوئی بھی یہ پسند کرے گا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے اور خدا سے ڈرو بیشک خدا بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے جناب رسالتماب نے حضرت ابوذرؓ سے ارشاد فرماتے ہیں اے ابوذر اپنے کو غیبت سے باز رکھو کیونکہ غیبت زنا سے بدتر ہے ابوذر نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یہ کیوں آپ نے فرمایا اسلئے کہ جب آدمی زنا کے بعد توبہ کرتا ہے تو خدا اُسے بخش دیتا ہے مگر غیبت میں جسکی غیبت کی ہے جب تک وہ نہ بخشے بخشی نہیں جاتی ابوذر نے عرض کی یا رسول اللہ غیبت کیا ہے آپ نے فرمایا کسی بندۂ مومن کو اس طرح یاد کرنا کہ وہ بُرا مانے ابوذر نے عرض کی اگرچہ وہ بات واقعی اُسمیں پائی جاتی ہو آپ نے فرمایا اگر وہ بات اُسمیں پائی جاتی ہے جب ہی تو غیبت ہے اور اگر نہیں پائی جاتی ہے تو افترا و بہتان ہوگا مومن کا فرض ہے کہ جب اُسکے سامنے کسی کی غیبت بیان کی جائے تو اُسکو روکدے اور اگر یہ ممکن نہو تو وہاں سے اُٹھ جائے۔

غیبت کے معنی کسی خاص مومن کی ایسی بات کا جو اُسمیں پائی جاتی ہو اور عیب ہو اُسکے پیٹھ پیچھے اسطرح ذکر کرنا کہ اگر اُسکو معلوم ہو تو وہ آزردہ ہو پس اگر بغیر نام لئے یوں کہے کہ ایک شخص ایسا ہے یا فلاں شہر کے لوگ ایسے ہیں یا وہ بات عرفاً غیبت نہ سمجھی جاتی ہو اور وہ بُرا مانے تو غیبت نہ ہوگی۔

تصریح غیبت زبان ہی سے نہیں پائی جاتی بلکہ اعضا سے بھی مثلاً کسی لنگڑے کے چلنے کی یا کسی کے بات کرنے یا کپڑے پہننے کی نقل کرنا بھی غیبت ہے۔

کن مقامات پر غیبت جائز ہے: ۱۔ اگر کسی شخص نے کسی پر ظلم کیا ہو تو مظلوم اس کے ظلم کی داستان ایسے شخص کے سامنے جو اسکے ظلم کا دفعیہ کر سکے بیان کر سکتا ہے اور دوسرا سن سکتا ہے ۲۔ جب کوئی شخص کسی کے بارہ میں کسی معاملہ (نکاح قرض وغیرہ) کی غرض سے مشورہ دینے والا اسکے واقعی حالات غیبت ہوں یا نہیں بیان کر سکتا ہے ۳۔ اہل بدعت کی بدعت کا بیان کرنا مثلاً کوئی شخص مجمع یا وعظ میں خلق خدا کو باطل یا جھوٹے مضامین سے فریب دیتا ہو یا دینی ضرر پہونچاتا ہو یا جھوٹا دعویٰ کرتا ہو تو اسکی رد کر دینا خصوصاً علما پر ضروری ہے۔ ۴۔ اگر کوئی شخص کسی صفت میں مشہور ہو یا اسی صفت سے پکارا جاتا ہو مگر اس حالت میں ایسے الفاظ ادا کرے کہ اسکو برا نہ معلوم ہو۔ ۵۔ جب کوئی کسی گناہ کو علانیہ کھلے خزانے کرتا ہو تو اس شخص کے اس عیب کا بیان کرنا غیبت نہیں ہے۔

غیبت کا کفارہ توبہ کرے اور جسکی غیبت کی ہو اس سے معاف کرالے اور اگر وہ مرگیا ہو تو اس کے لئے خدا سے بخشش کی دعا کرے۔

والدین کی اطاعت

ماں باپ کے احترام خدمت گذاری اور اطاعت کا خیال رکھنا دین اسلام کے اعلیٰ فرائض سے ہے اُن کا راضی رکھنا بہت بڑی عبادت ہے اُنکی نافرمانی انکو اپنے سے آزردہ رکھنا گناہ کبیرہ ہے خود خداوند عالم نے قرآن مجید میں اُنکے ساتھ حسن سلوک اور نیکی کرنے کی تاکید کی ہے ایک جگہ فرماتا ہے کہ اُنکے جواب میں اگرچہ وہ کیسی ہی سختی کریں اُف تک نہ کہو ایک حدیث میں ہے کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی یہ ہے کہ تو انکو اسکی بھی تکلیف نہ دے کہ اُنکو کسی چیز کے مانگنے کی ضرورت پڑے اُنکی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو اُنکے آگے ہو کر مت چلو تیز نگاہ سے اُنکو نہ دیکھو اگر وہ تمہیں ماریں تو تم اُنکے بخشش کی دعا کرو اُنکے سامنے عاجز اور ذلیل کی طرح بیٹھو اگر وہ تم کو تنگ کریں تو اُف تک

زبان سے نہ کہو اگر ماں باپ کافر ہوں اور تم سے کافر ہو جانے کو کہیں تو انکا یہ حکم نہ مانو
اگر دنیا میں اُنکے ساتھ سلوک کرو پکارنے میں اُن کا نام نہ لو کسی جگہ اُنسے پہلے نہ بیٹھو
ایسا کام نہ کرو جس سے اُنپر گالیاں پڑیں اگر وہ مر گئے ہوں تو اُنکے لئے نمازیں پڑھو
روزے رکھو اُنکی طرف سے حج کرو اس صورت میں اگر زندگی میں نافرمان تھا تو پھر مطیع
شمار کیا جائیگا اُنکی پیری کی ایک شبانہ روز کی خدمت گذاری اُس ایک سال
کے جہاد سے جو راہ خدا میں ہو بہتر ہے اگر ماں باپ غلام ہوں تو اُن کو خرید کر آزاد کرو مقروض
ہوں تو اُنکے قرضے کو ادا کرو اُنکے مصارف کے متحمل ہو جو اُن کی طرف غصہ کی نگاہ سے
دیکھتا ہے اُسکی نماز قبول نہیں اُن کی مدارات کرو اُنپر مہربانی کی نظر عبادت ہے۔

حکایت لطیف بنی اسرائیل میں ایک عابد جریج نامی تھا اور برابر اپنی عبادتگاہ
میں عبادت کرتا تھا ایکدن اُسکی ماں آئی اور اُسکو پکارا مگر چونکہ نماز میں مشغول تھا جواب
نہ دے سکا وہ واپس گئی اور پھر دوبارہ آئی اور پھر یہ نماز میں مشغول ہونے کی وجہ سے جواب
نہ دے سکا پھر تیسری مرتبہ آئی اور پکارا اس نے جواب نہ دیا اور نماز پڑھنے لگا اُسکی ماں نے
غصہ میں کہا کہ میں خدا سے چاہتی ہوں کہ اس گناہ کا اُس سے مواخذہ کرے دوسرے
دن ایک زناکار عورت اُسکے عبادت خانہ کے پاس آکر بیٹھی اور ایک لڑکا جنی اور
بالاعلان کہنے لگی کہ جریج نے مجھ سے زنا کی اور یہ بچہ اُسی کے نطفہ کا ہے اسکا تمام بنی اسرائیل
میں چرچا ہوا اور لوگ اُسپر طعنہ زنی کرنے لگے کہ خود را فضیحت و دیگرے را نصیحت لوگوں کو
تو زنا سے منع کرتا تھا اور خود اُسکا مرتکب ہوا یہانتک کہ شدہ شدہ یہ خبر بادشاہ تک پہونچی
اور اُسنے جریج کے سولی دینے کا حکم دیا جب یہ حال جریج کی ماں کو معلوم ہوا تو روتی
پیٹتی اُسکے سامنے آئی جریج نے یہ دیکھ کر کہا اماں چپ رہو کہ یہ بلا تمہاری بددعا کی
بلائی ہوئی ہے جب لوگوں نے سنا تو اس واقعہ کی تفتیش کی اور جریج نے ساری داستان
کہہ سنائی لوگوں نے کہا آخر تمہاری سچائی کا کچھ ثبوت بھی ہے جریج بولا ہاں اُس لڑکے کو
لے آؤ جب اُسکو لائے تو جریج نے پوچھا تو کس کا لڑکا ہے خدا کے حکم سے وہ لڑکا بول اُٹھا

کہ میں فلاں شخص کا لڑکا ہوں جو فلانے شخص کی بکریاں چراتا ہے غرض عابد نے سولی سے رہائی پائی اور قسم کھائی کہ جب تک زندہ ہوں ماں کی خدمت کرونگا اور اُس سے جدا نہونگا

جھوٹ

جھوٹ ایک ایسی بُری چیز ہے کہ اُسکی بُرائی میں اگر بالکل کمسن بچے یا کسی لامذہب آدمی سے بھی پوچھا جائے تو وہ بھی یقیناً اُسکو بُرا کہے گا صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ جھوٹ گناہ کبیرہ ہے جابجا قرآن مجید میں اُسکی بُرائی مذکور ہے لعنۃ اللہ علے الکاذبین تو ہر شخص کی زبان زد ہے ایک حدیث میں ہے کہ جھوٹ شراب سے بدتر ہے دوسری میں ہے کہ جھوٹ ایمان کو خراب کرتا ہے حضرت عیسیٰ سے منقول ہے کہ جو شخص زیادہ جھوٹ بولتا ہو اُسکی حسن و خوبی برطرف ہو جاتی ہے اور جو زیادہ جھوٹ بولتا ہے خدا اُسکو فراموشی میں مبتلا کرتا ہے تاکہ لوگوں کی نظروں میں ذلیل و رسوا ہو شاید یہ اسی وجہ سے دروغ گو را حافظہ نباشد مشہور ہے ہنسی مذاق میں بھی جھوٹ بولنا جائز نہیں ہاں اتفاقاً چند مقام پر جھوٹ بولنا جائز ہے بلکہ کبھی واجب ہے ۱ جب سچ بولنے سے کسی مومن کا ناحق ضرر یا ناحق قتل ہو جانے کا خوف ہو اور جھوٹ بولنے سے اُسکی نجات ہو جائے تو جھوٹ بولنا جائز بلکہ واجب ہے مگر بہتر یہ ہے کہ ایسے مقام پر توریہ کرے یعنی ایسے الفاظ میں مطلب ادا کرے کہ کام بھی نکلے اور خلاف واقع بھی نہ ہو مثلاً جب کسی کا مال تمھارے پاس امانت ہو اور کوئی حاکم ظالم بجبر لینا چاہتا ہو اور تم سے دریافت کیا جائے تو یوں کہو کہ میرے پاس نہیں ہے اور تم اس خیال سے کہو کہ میرے جیب یا گھر میں نہیں ہے اور وہ یہ سمجھے کہ تمھارا قبضہ نہیں ہے ۲ جب دو مومنوں کی رنجش اور کشیدگی کا دفع کرنا مقصود ہو اور ان دونوں میں میل جول کرانا چاہے تو ایک طرف سے جھوٹ موٹ ایسی باتیں دوسرے سے کہہ سکتا ہے جن سے باہم ملاپ ہو جائے ۳ تقیہ جب کسی ایسی جگہ ہو کہ اپنے مذہب کے اظہار میں جان یا آبرو کا خوف ہو اور اُسکے دفعیہ کی کوئی تدبیر بھی نہ کرسکتا ہو جھوٹے مضمون کا پڑھنا یا سُننا بھی اچھا نہیں ہے خصوصاً جبکہ کسی معصوم یا ولی خدا کی توہین یا اُسپر افترا و بہتان یا کفار کی مدح ہو ہرگز نہ پڑھنا چاہئے شعر میں کسی خاص صفت میں کسی شخص کو کسی نبی پر فوقیت دینا

ناجائز ہے جیسے حُسن میں حضرت یوسف سے۔

زنا کی مذمّت

زنا کی بُرائی سے بھی غالباً کوئی عاقل انکار نہ کرے خود خداوندعالم ارشاد فرماتا ہے لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً وَّسَاءَ سَبِیْلًا زنا کے پاس نہ جاؤ یقینی بدکاری اور برا طریقہ ہے ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن عذاب میں سب سے بدتر وہ شخص ہوگا جو ایسے نطفہ کو رحم میں جگہ دے جو اُس پر حرام ہو دوسری حدیث میں ہے زنا روزی کو برطرف دین کو باطل کرتا ہے۔ زانی چھ قسم کے عذاب میں مبتلا ہوتا ہے تین دنیا کے تین آخرت کے دنیا میں چہرہ کی رونق زائل ہو جاتی ہے مفلسی رنگ جماتی ہے موت کو قریب بلاتی ہے۔ آخرت میں خدا کا غضب حساب کی دشواری جہنم کی ہمیشگی۔ حضرت رسولؐ فرماتے ہیں جب میری اُمت میں زنا زیادہ ہوگا تو ناگہانی موتیں زیادہ ہوں گی (غالباً اس زمانہ کی طرف اشارہ ہو) حضرت یعقوبؑ اپنے صاحبزادوں سے نصیحتاً فرمایا کرتے تھے کہ زنا کے پاس بھی نہ پھٹکنا کیونکہ اگر مرغ بھی زنا کرتا ہے تو اُسکے پر گر جاتے ہیں جب حواریین نے حضرت عیسیٰؑ سے ہدایت کی خواہش کی ہے تو آپ نے فرمایا تھا کہ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا تھا کہ جھوٹی قسم نہ کھایا کرو اور میں کہتا ہوں کہ قسم ہی نہ کھاؤ سچی ہو یا جھوٹی حضرت موسیٰ نے کہا تھا کہ زنا نہ کیا کرو اور میں کہتا ہوں کہ اس کا خیال بھی دل میں نہ لاؤ کیونکہ جو شخص زنا کا خیال کرتا ہے اُسکی مثل ایسی ہے کہ جیسے کوئی سنہرے مکان میں آگ سلگائے اور اُسکا دھواں پھیلے تو اگرچہ گھر نہ جلے گا مگر دھواں اُسکے نقش و نگار کو ضرور خراب کر دیگا حضرت موسیٰ کا قول ہے کہ دوسروں کی عورتوں سے پرہیز کرو اور عفت کے ساتھ پیش آؤ کہ تمھاری عورتیں محفوظ اور باعصمت رہیں ایک حدیث میں ہے جو شخص اپنے ہمسایہ کے گھر پر نظر ڈالے اور اُسکی نگاہ مرد کے آگے پیچھے یا کسی عورت کے گیسو یا بدن پر پڑے تو اُس کا حشر منافقین کے ساتھ ہوگا اور جبتک رسوا نہ ہولے گا دنیا سے نہ اُٹھے گا۔ نامحرم عورت سے بوسہ کنار خوش طبعی

مذاق اُسکو بُری نیت سے آنکھ بھر کے دیکھنا بھی قطعی حرام ہے اسی طرح عورت پر بھی اگر دونوں اپنی خوشی سے کریں تو دونوں پر گناہ ہوگا اگر ایک کو دوسرا مجبور کرے تو دونوں کا گناہ مجبور کرنے والے کو ہوگا۔ شوہردار عورت سے زنا کرنا اور بھی بدتر ہے اس قسم کے زنا کی دنیاوی اور اُخروی دونوں سزائیں بہت سخت ہیں دنیا میں سنگساری اور رسوائی ہے اور آخرت میں وہ عذاب ہوگا کہ بیان کرنے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں قلم کی قوت سے باہر ہے خدا ہر شخص کو اس سے محفوظ رکھے۔

تنبیہ ان تمام باتوں سے محفوظ رہنے کا ذریعہ اپنے اعضا خصوصاً آنکھ کو اپنے قابو میں رکھنا ہے کیونکہ اسی سے اکثر گناہوں کا خیال دل میں پیدا ہوتا ہے اور نفسانی خواہشوں کا زور بڑھتا ہے اسیوجہ سے شریعت نے نامحرم کی طرف بُری نیت سے نظر کرنا بھی حرام قطعی قرار دیا ہے ایک حدیث میں ہے کہ بُری نیت سے دیکھنا یا ناجائز طور پر بوسہ لینا یا نامحرم کے کسی عضو کا چھونا بھی ایک قسم کی زنا ہے

لواطہ اور سحق

یہ دونوں کام تو اسقدر بیہودہ شرمناک اور خلاف فطرت ہیں کہ اُنکی مذمت لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ایک سمجھدار آدمی کے واسطے یہی کافی ہے کہ اُسکا گناہ زنا سے کہیں زیادہ ہے یہی کیا کم ہے کہ لواطہ کی وجہ سے ایک اُمت کی اُمت کو خداوندعالم نے تباہ و برباد کردیا اور زنا کی وجہ سے کسی پر عذاب نہیں نازل ہوا ایک حدیث میں ہے جو شخص لڑکے سے اغلام کرتا ہے اُسکو دُنیا کا پانی پاک نہیں کرتا اور قیامت میں جب وہ اپنی قبر سے برآمد ہوگا تو جنب نکلے گا خدا باوجود ارحم الراحمین ہونے کے اُسپر غضبناک ہوگا اور اُسپر لعنت کرے گا اُسکے لیے جہنم کو دہکا کے تیار رکھے گا۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ خداوندعالم نے اپنی عزت اور جلال کی قسم کھائی ہے کہ جو شخص مردوں کے ساتھ لواطہ کریگا وہ ہرگز استبرق اور بہشت کے ریشمی کپڑے پر نہیں بیٹھ سکتا۔ سحق کے بدلے میں ایک حدیث پر نظر ڈالنی کافی ہوگی جب قیامت آئے گی تو جن عورتوں نے سحق کیا ہے اُنکو عذاب کے فرشتے حشر کے میدان میں

اسطرح گھسیٹتے ہوئے لائینگے کہ سر سے پاؤں تک آگ کے کپڑے اُنکے بدن میں ہونگے آگ ہی کی چادر ہوگی آگ ہی کا کُرتا اُسکے بعد آگ ہی کے نیزے اُنکے پیٹ میں گھسیڑ کر اُنکو جہنم میں پھینک دینگے

ظلم چوری خیانت غصب

یہ سب کام بھی ایسے ہیں کہ جنکی بُرائی میں کسی کو شک نہیں مختصراً چند حدیثیں اسکے متعلق بیان کرتا ہوں خدا کے بندوں پر ظلم کرنا ایک بڑا سخت گناہ ہے اور کسی مومن کو قتل کرنا یا اُس کا مال چھین لینا یا اُسے تکلیف پہونچانا یا اُسکی آبرو برباد کرنا ایسا گناہ ہے کہ جبتک مظلوم معاف نہ کرے خدا اُس سے درگزر نہیں کر سکتا حضرت رسولؐ فرماتے ہیں کہ ظلم سے پرہیز کرو کیونکہ قیامت میں تاریکی کا باعث ہوگا امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ جو شخص کسی پر ظلم کرتا ہے تو خدا اُسکے ظلم کی وجہ سے خود اُسکو یا اُسکے مال یا اولاد کو بلا میں مبتلا کرتا ہے ایک حدیث میں ہے کہ تین گناہوں کی سزا دنیا میں بہت جلد ملتی ہے والدین کی نافرمانی۔ خلق خدا پر ظلم کرنا۔ خدا کی نعمت کا کفران مظلوم کی دعا ظالم کے بارے میں بہت جلد قبول ہوتی ہے۔ ظالم جتنا مال مظلوم کا لیتا ہے اُس سے زیادہ اپنا دینی نقصان کرتا ہے۔ جب مومن مار ڈالا جاتا ہے تو سب گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور اُسکے سب گناہ قاتل کی گردن پر آجاتے ہیں۔ جب کوئی مومن کو ناحق طمانچہ مارتا ہے یا کوئی بُری بات اُسکے ساتھ کرتا ہے تو جب تک اُسکو راضی اور توبہ استغفار نہ کرے فرشتے اُسپر لعنت کیا کرتے ہیں۔ جو شخص کسی مومن کو اپنی حکومت اور قوت کی ایذا پہونچانے کی غرض سے دھمکی دے تو اُسکی جگہ جہنم میں ہوگی اور اگر دھمکی بھی دے اور اذیت بھی پہونچائے تو اُسکا حشر فرعون کے ساتھ ہوگا جو شخص کسی مومن کی ایذا رسانی میں ایک آدھ بات بھی کہے جب بھی وہ قیامت میں اپنی قبر سے اُٹھے گا تو اُسکی پیشانی پر لکھا ہوگا کہ یہ ہماری رحمت سے ناامید ہے۔ جو شخص کسی مومن کو ذلیل کرے تو خداوند عالم فرماتا ہے کہ اُس نے گویا مجھ سے جنگ کی۔ جو شخص کسی مومن کے مال پہ ناجائز تصرف کرے تو جب تک توبہ نہ کرے اور مال کو

مالک کے پاس نہ پہونچادے خدا اُس سے اپنی رحمت کو پھیر لیتا ہے۔ وہ اسکے اعمال کو بُرا سمجھتا ہے اسکے اچھے کام کا بھی ثواب عطا نہیں فرماتا ہے جو شخص کسی مسلمان کا حق ناحق روکے رہے خدا اُسکی روزی میں برکت نہیں دیتا ہے جب چار چیزیں گھر میں آتی ہیں تو وہ گھر آباد نہیں ہوتا خیانت چوری شراب۔ زنا۔

شراب

یہ تو کھلی ہوئی بات ہے کہ خداوند عالم نے عقل کی سی کوئی دوسری نعمت انسان کو عطا نہیں فرمائی کہ اسی کی بدولت اشرف المخلوقات کہلایا اور فرشتوں سے بھی دو چار قدم آگے بڑھ گیا اور غصہ اور خواہش اسکے دو قوی حریف ہیں اور اسی بدن کی سلطنت میں ڈھائی اینٹ کی مسجد بنائے ہوئے ہیں اور عقل کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور یہ کمبخت جس کا نام شراب ہے ان دونوں حریفوں کو اور شہ دیتی ہے اور دیوانہ رہا ہوئے بس اسکی مدد سے عقل کو اور دباتے ہیں اور انسان انسانیت سے باہر ہو جاتا ہے اسکے علاوہ اسی شراب کی بدولت بہت سی بیماریاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں کانٹا اس سے لگتا ہے ڈانک اس سے لگ جاتی ہے ورم جگر اس سے ہوتا ہے ان ہی وجوہ سے حکمت اخلاق اور حکمت ناموس دونوں کا اس پر اتفاق ہے کہ اسے مُنھ نہ لگانا چاہیے کیونکہ یہ رذیل چیز عقل پر مسلط ہو جاتی ہے اُن ہی امور پر نظر کر کے خداوند عالم نے بھی اسکو قطعی حرام کر دیا دوسرے پارۂ بقر میں ارشاد فرماتا ہے اے رسولؐ تم سے لوگ شراب اور جوے کے بارے میں پوچھتے ہیں تو تم اُن سے کہدو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور کچھ فائدے بھی ہیں مگر اُن کے فائدے سے ان کا گناہ بڑھ کے ہے[1] اور اسکی مذمت میں حدیثیں تو اس کثرت سے ہیں کہ اُنکی گنتی دشوار ہے ایک حدیث میں ہے کہ شراب پینا سب سے بدترین گناہ ہے جو ایک گھونٹ شراب پیتا ہے اُس پر خود خدا فرشتے اور انبیا لعنت کرتے ہیں خود جناب رسالتمآبؐ نے شراب اور اُسکے بنانے والے بنوانے والے بیچنے والے اُٹھانے والے پر لعنت کی ہے امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں جو شخص شراب

[1] دوسری جگہ قرآن میں ہے کہ شراب اور جوا ناپاک اور شیطانی افعال ہیں ان سے بچتے رہو ۱۲ منہ

یا کوئی نشہ کی چیز پیتا ہے چالیس دن تک اُسکی نماز قبول نہیں ہوتی اور چالیس دن کے اندر مر جائے تو اُسکی موت کفر کی موت ہوگی ہاں اگر توبہ کرے تو قبول فرماتا ہے۔ حضرت رسولؐ سے منقول ہے کہ خدا کی قسم جو شخص کوئی نشہ کی چیز استعمال کرتا ہے میں اُسکی شفاعت نہ کروں گا اور حوض کوثر پر آنے نہ پائے گا اور دائم الخمر جب خدا سے ملاقات کرے گا تو کفر کی حالت میں ایک حدیث میں شراب خوار کو بت پرست فرمایا ہے۔

تصریح ۔ تاڑی اور دیسی شراب کا بھی یہی حکم ہے۔

گانا بجانا ۔ موسیقی کے قاعدے سے ہر آواز کو اگرچہ ایک لکڑی کے دوسری لکڑی کے ساتھ رگڑ کھانے سے پیدا ہو غنا کہتے ہیں کیونکہ وہ کسی سر میں ضرور داخل ہے۔ اسی بنا پر اگر غنا کی تمام قسمیں حرام کر دی جاتیں تو آدمی کا بولنا دشوار ہو جاتا اور تکلیف مالا یطاق لازم آتی اور چونکہ اُنہیں عقلاً اور حکمتاً بہت سی خرابیاں تھیں اور خداوند عالم کو اپنی خاص رحمت سے اپنے بندوں کو اس سے بچانا بھی مقصود تھا اسلئے اُس نے اُسکی ایک خاص حد مقرر کر دی اور اُس سے بچنے کا ایک آسان طریقہ تعلیم کر دیا جسکے سمجھنے کے بعد اسکی ہرگز ضرورت نہیں تھی کہ کوئی شخص فن موسیقی کو سیکھے تب اُسے معلوم ہو کہ کسکو غنا کہتے ہیں بلکہ ہر شخص معمولی عقل والا بھی نہایت آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ شریعت نے کس غنا کو حرام بتایا ہے وہ یہ ہے۔ غنا (گانا) وہ ہے جسمیں آواز کا گھٹاؤ بڑھاؤ گٹکری کے ساتھ ہو یا جسکو عام لوگ گانا کہیں خوش آیند ہو یا نہ ہو۔

تنبیہ ۔ غنا کی حرمت کسی چیز کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ جسمیں پائی جاوے وہ حرام ہوگا قرآن ہو یا مرثیہ۔ اذان ہو یا قصیدہ نماز ہو یا دعا خود گائے یا متوجہ ہو کر سُنے ہاں اگر کہیں رہتا ہو یا راستہ چلتے۔ بغیر قصد اُسکے کانوں میں گانے کی آواز پہونچے تو اُسپر کوئی الزام نہیں اسیوجہ سے یہ مثل مشہور ہے سرود ہمسایہ جائز ہے مگر اسکا یہ مطلب نہیں کہ خوب جی لگا کر سُنے اور پھر گناہ نہو اسکی حرمت قرآن سے بھی ثابت ہے چنانچہ امام جعفر صادقؑ نے فَاجۡتَنِبُوۡا قَوۡلَ الزُّوۡرِ (قول زور سے بچو) کے بارے میں فرمایا کہ

کہ قول زور سے مراد غنا ہے اور عرب کے لغت میں زور کے معنی غنا کے ہیں اُردو محاورہ میں اگرچہ اسکے معنی کچھ اور ہی لئے جاتے ہیں۔ مگر یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ جو لفظ ہمارے محاورہ میں جس معنی میں بولا جاتا ہے اُسی معنی میں عرب میں بھی مستعمل ہے اور حدیثیں تو اسکی مذمت میں اس کثرت سے ہیں کہ انکا شمار دشوار ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ جس گھر میں گانا ہوتا ہو وہ گھر نہ دردناک بلاؤں کے نازل ہونے سے محفوظ رہتا ہے نہ وہاں دعا قبول ہوتی ہے نہ رحمت کے فرشتے نازل ہوتے ہیں ایک حدیث میں ہے کہ جس طرح پانی سے دوب اُگتی ہے اُسی طرح گانے سے نفاق اُگتا ہے دوسری حدیث میں ہے کہ گانے والی عورت ملعونہ ہے اور اس کا کسب کھانے والا ملعون ہے۔

تصریح۔ گانے بجانے کی عام چیزوں (طبلہ۔ سارنگی۔ طنبورہ۔ ڈھول۔ بانسلی شہنائی وغیرہ) کا استعمال یا اُنکا سُننا حرام ہے اور تمام علما کا انکی حرمت پر اتفاق و اجماع ہے۔ خواہ کسی غرض سے بجایا جائے عید ہو یا محرم شادی ہو یا غم۔ بلکہ علامہ مجلسی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان چیزوں کا استعمال غنا سے بھی بدتر ہے اور انکی مذمت میں بھی حدیثیں بہت کثرت سے وارد ہیں۔ چنانچہ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ جسکے گھر میں چالیس دن تک طنبورہ رہے وہ یقیناً غضب خدا کا مستحق ہو گیا رنڈیوں کا گانا سُننے میں غنا کے گناہ کے علاوہ اُنکی آواز سُننا اُنکی صورت دیکھنے کا بھی گناہ ہے بعض علما نے دولہن کے پاس بیٹھکر عورتوں کے گانے کو جائز لکھا ہے بشرطیکہ ڈھولک وغیرہ کے ساتھ نہو اور اجنبی مرد کے کانوں تک اُنکی آواز نہ پہونچے اور کوئی باطل چیز نہ گائیں۔

جوا کھیلنا

ہر کھیل کو جسمیں بازی ہو جوا کہتے ہیں خواہ اُسمیں لین دین ہو یا نہیں اور اُس کی حرمت خود قرآن میں بھی جا بجا مذکور ہے ایک آیت شراب کے بارے میں گزر چکی اُسی میں جوے کی بھی تصریحی ممانعت ہے حدیثیں اُسکی مذمت میں بہت کثرت سے

ہیں اکثر حدیثوں میں عام جوے کا ذکر ہے بعض میں خاص خاص چیزوں کا بھی ذکر ہے چنانچہ امام جعفر صادق ؑ سے کسی نے شطرنج کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ مجوسیت ہے خدا اسپر لعنت کرے اسکو ان ہی لوگوں کے واسطے چھوڑ دو۔ دوسری حدیث میں ہے شطرنج کا بیچنا اور اسکی قیمت لینا حرام ہے اسکی حفاظت کفر ہے اسکا کھیلنا شرک ہے اسکے کھیلنے والے کو سلام کرنا گناہ ہے اسکا چھونا سور کا گوشت چھونا ہے اسکو دیکھنا اپنی ماں کے مقام پیشاب کو دیکھنا ہے جو اسکی صحبت میں بیٹھے اپنی جگہ جہنم میں تیار سمجھے۔ تصریح گھوڑ دوڑ[1] تیر اندازی میں بازی لگانا جائز ہے اسکے علاوہ تمام چیزوں تاش۔ گنجفہ۔ چوسر وغیرہ کا حکم شطرنج کا ہے۔

شکار

شکار کی پندرہ قسمیں ہیں ایک واجب سات حرام ایک سنت چھ مکروہ۔

واجب۔ جب شکار کرنے والے کی روزی اسپر موقوف ہو کہ اگر شکار نہ کرے گا تو وہ خود یا اسکے لڑکے بالے بھوکے رہیں گے۔

حرام۔ غصبی ہتھیار (تلوار۔ نیزہ۔ تیر۔ جال وغیرہ) سے شکار کرنا اگرچہ اس صورت میں اُس جانور کا گوشت حرام نہیں ہو جائے گا مگر خاص اس فعل کا گناہ ضرور ہو گا۔ اپنے ہتھیار سے شکار کرنا جو شکار سے بڑا ہو (اسکو بعض علما مکروہ جانتے ہیں) دوسرے کے گھر میں بغیر اجازت شکار کرنا شکاری کتے۔ تیر۔ نیزہ۔ تلوار۔ چھری کے علاوہ کسی ایسی چیز سے شکار کرنا جسمیں باڑھ نہو جیسے۔ باز۔ بہری۔ بندوق غلیل۔ پتھر وغیرہ سے شکار کرنے میں بغیر باقاعدہ ذبح کئے جانور حرام ہوئے گا۔ کافر۔ خارجی۔ دیوانہ غیر ممیز

---

[1] بشرطیکہ خود اپنے گھوڑے ہوں اور خود ہی دونوں مالک سوار ہوں تیر اندازی بھی خود ہی دونوں شخص کریں آقا حسن عفی عنہ۔

لڑکے کا شکار حالت احرام میں حرم مکہ و مدینہ میں۔
سنت۔ جب شکار کرنے والے کی روزی اُسپر موقوف نہ ہو مگر اس کی وجہ سے بفراغت بسر کرسکے۔
مکروہ۔ مجوسی کے تعلیم کئے ہوئے کتے سے۔ سیاہ کتے سے رات کو جانوروں کے بچے آشیانوں سے نکالنا۔ جمعہ کے دن مچھلی کا شکار کرنا جو جانور حرم مکہ کی طرف جاتا ہو
شکار کی شرطیں۔ شکاری کتے کی اتنی تعلیم ہو کہ وہ پورا قابو میں ہو جائے کہ جب شکار پر چھوڑیں تو فوراً دوڑ پڑے اور جب روکدیں تو فوراً ٹھہر جائے کتا شکار کو زخمی کردینے کے سوا کھانہ جایا کرتا ہو۔ شکار کرنے والا مسلمان ہو مرد ہو یا عورت کتے کو چھوڑنے تیر یا نیزہ لگانے کے وقت بسم اللہ یا سبحان اللہ یا اللہ اکبر کہے۔ شکار کے قصد سے شکار کے ہتھیار کو استعمال کرے۔ جنس شکار کو پیش نظر کرکے بالقصد شکار پر حملہ کرے اُسی زخم کی وجہ سے شکار مرجائے زندہ شکار سامنے سے غائب نہو جائے۔ جب شکار کو زندہ پائے اور ذبح کرسکے تو ضرور ذبح کردے۔ ایسا شکار ہو کہ اپنی حفاظت آپ کرسکتا ہو۔
تصریح اگر یہ سب شرطیں پائی جائیں تو بغیر ذبح کئے ہوئے وہ جانور حلال ہوگا ورنہ تاوقتیکہ باقاعدہ ذبح نہ کرے گا حرام ہوگا۔ جس جگہ کتے نے دانت لگایا ہو اُسکو پاک کرلینا ضروری ہے۔ کسی شخص کا تنہا شکار کرنا شرط نہیں ہے بلکہ یہ جائز ہے کہ چند آدمی ملکر شکار کریں۔
حلال حرام جانور۔ چالیس قسموں کے جانوروں میں چھ حلال بیس حرام چودہ مکروہ۔
حلال جانور۔ اونٹ (چھوٹا بڑا نر مادہ) گائے (مادہ نر۔ اہلی صحرائی بھینس۔ نیل گاؤ وغیرہ) گوسفند (بکرا مینڈھا۔ اہلی صحرائی ہرن) گورخر۔ پرند جن میں چار باتیں پائی جائیں اُڑنے میں صفت کی بہ نسبت دفت زیادہ ہو۔ پوٹے والا ہو۔ سنگدانہ والا ہو۔ پاؤں میں خار ہو جیسے کبوتر تیتر۔ دراج۔ لوا۔ چڑیا۔ مرغ خانگی صحرائی۔ قاز۔ کلنگ وغیرہ) فلس دار مچھلی۔
حرام۔ کتا خشکی یا دریائی گیدڑ وغیرہ سور خشکی ہو یا دریائی۔ بلی خانگی ہو یا صحرائی

درندہ جانور جیسے شیر بھیڑیا وغیرہ چوہا خانگی یا صحرائی مسخ کئے ہوئے جانور ہاتھی
خرگوش - چمگادڑ - بندر سور - مار ماہی - سوش - چوہا - بچھو - ریچھ - چھپکلی - بھڑ - مور
ساہی - مکڑی - جوں - مچھر - کچھوا - خز سنجاب - سمور فنک (جنکے بالوں کے بہت قیمتی کپڑے
بنتے ہیں) حشرات الارض چیونٹی - مکھی کیچوے - سانپ وغیرہ فضلہ خوار جانور جب اسکی
پوری یا زیادہ غذا فضلہ ہو اور اگر اتفاقاً کھا لیتا ہو تو اسکا اعتبار نہیں۔

تنبیہ - ایسے جانور کو جب ایک خاص مدت تک بند کر کے پاک غذا کھلائیں تو حلال
ہو جاتا ہے اونٹ ۴۰ روز گائے ایک ہفتہ بکری ۱۰ روز بط مرغابی وغیرہ ۵ روز
خانگی مرغ ۳ روز مچھلی ۱ روز جو حلال جانور سور کا دودھ اتنے دن پیے کہ اس سے
گوشت پیدا ہو اور ہڈی مضبوط ہو اور اسکے بچے بھی جس حلال جانور کے ساتھ آدمی
نے فعل بد کیا ہو اور اسکی تمام نسل بھی حرام ہو جاتی ہے۔

تصریح - ایسے جانور کو ذبح کرنے کے بعد جلا دینا چاہئے جو پرند جنگل گیر ہو جیسے باز
بہری شاہین وغیرہ کوا ہر قسم کا جو مرغ تیر کا نشانہ بنایا جائے اور بغیر باقاعدہ ذبح کے
مرجائے بے چھلکے کی مچھلی یا چھلکے دار ہو اور پانی ہی میں مرجائے کیکڑا - کچھوا - حلال
گوشت حرام کے ساتھ پکانے سے آدمی اور اسکے تمام اعضا لخنہ (یہ ایک جانور ہے
جو ریت میں گھس جاتا ہے۔

تصریح - حرام جانور کا انڈا حرام ہے اور حلال جانور کا حلال - جب مشتبہ ہو جائے
اور حلال و حرام کی تمیز نہ ہو تو جس انڈے کے دونوں طرف یکساں ہوں حرام
ہے اور جسکے مختلف ہوں حلال ہے۔

مکروہ - گھوڑا - خچر - گدھا جس جانور نے اتفاقاً سور کا دودھ پی لیا ہو جس جانور
نے شراب پی لی ہو جس جانور نے آدمی کا دودھ پیا ہو ہدہد خطاف (ابابیل) قبرہ (چکور)
فاختہ حباری (سرخاب) صرد (مولا صوام (عرب کی ایک چڑیا ہے جو خرمے کے درخت پر
رہتی ہے) شقراق (نیل کنٹھ) حلال جانور کی سولہ چیزیں حرام ہیں اور تین مکروہ باقی حلال

حرام - مقام پیشاب نر مادہ کا ت۱ - گو بر۲ - خون۳ - خصیہ (یہ پانچوں چیزیں بالاتفاق حرام ہیں) مثانہ۶ - بچہ دان۷ - حرام مغز۸ اور وہ دونوں جوڑے زرد پٹھے جو سر کے نیچے سے دم تک ہوتے ہیں - غدود۹ انگلیوں کی جڑ۱۰ - آنکھوں۱۱ کا سیاہ ڈھیلا خرزہ۱۲ (ایک گول چیز چنے برابر دماغ کے اندر ہوتی ہے) پتا۱۳ - ان چیزوں کی حرمت میں اختلاف ہے مگر احوط ترک ہے - ہر جانور۱۴ کا پیشاب (مگر اونٹ کا پیشاب دوا ہے) منی۱۵ - بلغم۱۶ - ناک۱۷ کا پانی وغیرہ - مردہ۱۸ جانور اور جو ٹکڑا زندگی میں کاٹ لیا جائے (مردہ جانور کا انڈا جب چھلکا سخت ہو گیا ہو حلال ہے -

مکروہ - رگیں۱ جو گوشت میں ہوں - گردہ۲ - آنت -

ذبح کی قسمیں - بارہ۱۲ ہیں چھ۶ مباح (جائز) ایک سنت چار حرام ایک مکروہ -

مباح - ہتھیار سے ذبح کرنا جیسے چھری - تیر - نیزہ - وغیرہ شکاری کتے سے جب تعلیم کیا ہوا ہو اور چھوڑنے کے وقت خدا کا نام لیا گیا ہو - جب بچہ پیٹ میں مر گیا اُس کی خلقت پوری ہو چکی ہو تو فقط اُسکی ماں کا ذبح کرنا اُسکے حلال ہونے کیواسطے کافی ہو گا لیکن اگر خلقت پوری نہ ہوئی تو حرام ہو گا - ہاں اگر پیٹ سے زندہ نکلے تو اُس کا بھی ذبح کرنا ضروری ہو گا - مچھلی۴ کا ذبح پانی سے زندہ نکلنا ہے - خواہ کوئی نکالے پس اگر کافر نکالے اور کسی مسلمان نے زندہ نکالتے دیکھا ہو - تو جائز ہو گی لیکن اگر پانی سے نکالنے کے بعد پھر پانی میں مر جائے تو بھی حرام ہو جائے گی ٹڈی۵ کا ذبح اُسکو زندہ پکڑ لینا ہے - ۶ یا کسی چیز سے جب جانور کا کسی خاص وجہ سے باقاعدہ ذبح کرنا ممکن نہو تو جس طرح ممکن ہو کسی ہتھیار سے مار ڈالنے سے حلال ہو گا - جیسے کنوئیں میں پھنسا ہوا جانور -

سنت - شیعہ اثنا عشری کا باشرائط ذبح کرنا -

حرام - کافر۱ یا دشمن۲ اہل بیت - دیوانہ۳ - نشہ۴ میں مست - ناسمجھ کا ذبح کرنا -

مکروہ - مخالف کا ذبح کرنا -

ذبح کے متعلق امور تیئیس۲۳ ہیں - تیرہ۱۳ واجب - پانچ سنت پانچ مکروہ